قانونِ اسلامی ۔ اختصاصی مطالعہ ۸

اصولِ فقہ

شرائع سابقہ، اقوالِ صحابہؓ
استصلاح

شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

قانونِ اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ
اصول فقہ......۸
ادلّہ شرعیہ۔۳

شرائع سابقہ، اقوالِ صحابہؓ، استصلاح

عرفان خالد ڈھلوں

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

فون :- 051-9261761-65
فیکس :- 051-9261383.

قانون اسلامی ۔ اختصاصی مطالعہ

اصول فقہ ۔۔۔۔ ۸

ادلّہ شرعیہ ۔ ۳

نوان : شرائع سابقہ، اقوال صحابہؓ، استصلاح

ولّف : عرفان خالد ڈھلوں

ظر ثانی : سید عبد الرحمان بخاری

دارت : عرفان خالد ڈھلوں

حتمی تصحیح : شہزاد اقبال شام

نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس : عرفان خالد ڈھلوں

ناشر : شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مطبع : اظہار سنز پرنٹرز، ۹ ریٹی گن روڈ لاہور

سال طباعت : ۲۰۰۲ء جون ۲۰۰۵ء

تعداد : ۱۰۰۰ ۲۵۰۰

فہرست

۱۔	پیش لفظ	۵
۲۔	تعارف	۷
۳۔	شرائع سابقہ	۹
۴۔	شرائع سابقہ سے مراد	۹
۵۔	شرائع سماویہ کا باہمی تعلق	۹
۶۔	احکام شرائع سابقہ کی اقسام اور ان کی تشریعی حیثیت	۱۰
۷۔	اقوال صحابہؓ	۲۱
۸۔	صحابیؓ کی تعریف	۲۱
۹۔	مقامِ صحابہؓ	۲۲
۱۰۔	تمام صحابہؓ عادل ہیں	۲۳
۱۱	اقوال صحابہؓ کی اقسام اور ان کی تشریعی حیثیت	۲۳
۱۲	استصلاح	۳۵
۱۳۔	تعریف	۳۵
۱۴۔	اقسام استصلاح بلحاظ اعتبار	۳۵
۱۵۔	مصالح معتبرۃ	۳۶
۱۶۔	مصالح ملغاۃ	۳۷
۱۷۔	مصالح مرسلہ	۳۸
۱۸۔	احکام عبادات اور مصالح مرسلہ	۳۸

۱۹۔	احکام معاملات اور مصالح مرسلہ	۳۸
۲۰۔	مصالح مرسلہ کی حجیت کے دلائل	۳۸
۲۱۔	مصالح مرسلہ کی عدم حجیت کے دلائل	۴۲
۲۲۔	مصلحت مرسلہ پر عمل کی شرائط	۴۳
۲۳۔	امام غزالیؒ اور مصلحت مرسلہ پر عمل کی شرائط	۴۴
۲۴۔	مصلحت مرسلہ کی بنیاد پر بعض اجتہادی احکام	۴۵
۲۵۔	اقسام مصالح بلحاظ منفعت	۴۷
۲۶۔	اہم نکات	۴۹
۲۷۔	کتب برائے مزید مطالعہ	۵۲
۲۸	مصادر و مراجع	۵۳

پیش لفظ

کسی ریاست کا رائج قانون اس میں بسنے والوں کے اساسی نظریات و عقائد کا عکاس ہوتا ہے ورنہ قانون اور قوم میں اجنبیت کے باعث نہ تو قانون اس قوم میں قبولیتِ عام کی سند حاصل کرتا ہے اور نہ ہی قوم اس قانون کے احترام اور پاسداری میں گرمجوشی کا مظاہرہ کرتی ہے جس کا نتیجہ معاشرتی اشتات وانتشار اور بے چینی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر قانون اجنبی اور مسلط کردہ ہو تو اس پر عمل جبر کے تحت ہوتا ہے اور مجبور قومیں آزاد نہیں ہوتیں۔ اجنبی قانون تو وہ قومیں اپناتی ہیں جو خود کسی دستور اور نظام قانون سے تہی دامن ہوتی ہیں۔

مسلم امہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ دستور سازی اور قانون سازی پر اس کا عملی ورثہ بہت گراں ہے۔ گزشتہ ۱۴ صدیوں سے مسلمان اہل علم کی تحریریں قانون اور اصول قانون پر دنیا بھر کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی کتابیں آج بھی روشنی کا منبع ہیں۔

امت مسلمہ کے قانونی اور دستوری نظام کے دو بنیادی عناصر ہیں جن کے بغیر اسلام کا قانونی نظام نہ تو اپنی صحیح شکل و صورت میں قائم رہتا ہے اور نہ ہی ان سے غذا حاصل کیے بغیر ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ پہلا بنیادی عنصر اسلامی عقائد ہیں جن کی وجہ سے اہل ایمان میں فکری استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ فکری استحکام ایمان و یقین کی وجہ سے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ صاحب ایمان کو ہر قسم کی فکری بے راہ روی سے محفوظ کر کے حق و صداقت کی جانب گامزن رکھتا ہے۔

دوسرا بنیادی عنصر اخلاق و تزکیہ ہے۔ مکارم اخلاق کی تعلیم اور تزکیہ نفس انسان کے کردار، مزاج اور رویہ کی اصلاح کر کے اسے معاشرہ میں تہذیب و شائستگی کے اعلیٰ مقام پر فائز رکھتے ہیں۔

امت مسلمہ جب تک اپنے فقہی اور قانونی ورثہ سے وابستہ رہی اس وقت تک اس کی ترقی کی رفتار بھی تیز رہی اور عالمی قیادت میں بھی اس کا نمایاں کردار رہا اور دنیا بھر کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بہترین نمونہ پیش کرتی رہی۔

لیکن جب مسلمانوں میں بنیادی عقائد کی تعلیم و تربیت کا نظام کمزور پڑ گیا اور اخلاقی اقدار میں ضعف پیدا ہوا تو اس کے اثرات مسلمانوں کی سیاسی، اجتماعی اور قانونی زندگی پر بھی مرتب ہوئے۔ پھر استعماری دور میں اسلامی روایات، نظام تعلیم، قانون اور تہذیب و تمدن کو مٹانے کے لئے منظم کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں برصغیر میں ملک کے اسلامی، عدالتی اور تعلیمی نظام کی جگہ استعمار کے اپنے نظام نے لے لی۔ اس صورت حال نے اس پورے خطہ کو بری طرح متاثر کیا اور بتدریج ہر شعبہ زندگی میں شر و فساد سرایت کرتا چلا گیا جس کے تباہ کن اثرات سے آج ہم دوچار ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے برحق فرمایا تھا:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، وَاِنِ ابْتَغَيْنَا الْعِزَّةَ بِغَيْرِهٖ اَذَلَّنَا اللّٰهُ

ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اگر ہم نے عزت کو

اسلام کے علاوہ کسی اور نظام حیات میں تلاش کیا تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا۔

لیکن آج مسلمانوں میں موجودہ صورت حال کو تبدیل کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ غیر اقوام کے قانون سے خود کو آزاد کرا کے قرآن و سنہ کے نظام حیات میں دوبارہ عزت تلاش کریں۔اسی تڑپ کے وہ مظاہر ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں عالم اسلام اور عالم کفر کے مابین کشمکش کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

امتِ مسلمہ کو ایسے رجالِ کار کی ضرورت ہے جن کی جدید قانونی نظریات پر تنقیدی نظر ہو۔اور جو فقہ اسلامی کے اصلی ماخذوں سے استفادہ کرنے کی دسترس رکھتے ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا احکام شریعت کی اکملیت، حقانیت اور ان کے قابل عمل ہونے پر غیر متزلزل ایمان اور ان احکام کو روبہ عمل دیکھنے کی حقیقی تمنا اور لگن بھی ہو۔

ایسے رجال کار کی تیاری میں شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بھی اپنے قیام کے روزِاوّل سے مصروف عمل ہے۔اس سلسلے میں بیرون ملک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی قانون دان طبقوں کے تربیتی پروگراموں کا انعقاد مسلسل جاری ہے۔اس کے علاوہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر شریعہ مونوگرافس کی تیاری اور اردو اور انگریزی زبانوں میں تراجم کا کام بھی ہو رہا ہے۔ شریعہ اکیڈمی کے تحت "مطالعہ اسلامی قانون" پر ایک ابتدائی کورس کامیابی سے چل رہا ہے۔اس ایک سالہ فاصلاتی کورس کے ذریعے اندرون اور بیرون ملک سینکڑوں افراد اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر چکے اور کر رہے ہیں۔

ہم نے اس ابتدائی کورس کے آغاز پر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "ایڈوانس کورسز" تیار کیے جا رہے ہیں اور جلد ہی ان کو شروع کر دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمارے عزم کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشا، ہماری راہیں آسان فرمائیں اور ہم اس قابل ہوئے کہ اصول فقہ (ISLAMIC JURISPRUDENCE) میں اختصاصی مطالعہ (ADVANCE COURSE) کا اجراء کر سکیں۔فاصلاتی نظام کے تحت یہ اختصاصی مطالعہ چوبیس درسی اکائیوں پر مشتمل اور ایک سالہ دورانیہ کا ہے۔

اسلامی قانون میں دیگر اختصاصی مطالعہ جات کی تیاری کا کام جاری ہے۔ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اس نے جس طرح ہمیں اصولِ فقہ میں اس اختصاصی مطالعہ کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی طرح ہمارے دیگر منصوبوں کی تکمیل میں بھی فضلِ الٰہی شاملِ حال رہے گا۔إن شاء الله ۔

پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر قانونِ الٰہی کے غلبہ و قیادت کے لئے مطلوبہ رجالِ کار کی تیاری کسی ایک ادارے کا کام نہیں ہے بلکہ اس میں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق کردار ادا کرنا ہے۔

ہم اہل علم سے ایسی تجاویز کا خیر مقدم کریں گے جو ہمارے منصوبوں کی بہتری میں مدد و معاون ہوں۔

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تعارف

اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں پر بھی اپنی شریعتیں نازل کیں ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو شریعت لے کر آئے وہ آخری اور تا قیامت ہے ۔ دین اسلام میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے ۔ اور ان کے اقوال فقہی اعتبار سے قانونی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اسی طرح فقہ اسلامی میں استصلاح بھی ایک ایسی شرعی دلیل ہے جس سے حیاتِ انسانی کے مسائل حل کرنے میں بہت مدد ملتی ہے ۔

اس درسی اکائی میں تین ادلّہ شرعیہ یعنی شرائع سابقہ، اقوال صحابہؓ اور استصلاح کے بارے میں ضروری مباحث سمیٹی گی ہیں ۔ تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ فقہ اسلامی کے شرعی دلائل و مآخذ کے طور پر ان تینوں سے کس طرح اور کس حد تک استفادہ ممکن ہے ۔ ان سے متعلق فقہاء کرامؒ کی آراء بھی بیان کی گئی ہیں تا کہ موضوع کی فقہی حیثیت آپ کے ذہن نشین ہو، فقہی اختلاف کے اسلوب اور طرز استدلال سے آگاہی حاصل ہو اور اس بارے میں آپ کے ذہن و نظر میں وسعتِ فکر پیدا ہو ۔

شرائع سابقہ

شرائع سابقہ سے مراد

شرائع کا واحد شریعہ ہے جس کا معنی ایسی جگہ ہے جہاں سے لوگ پانی پیتے اور لیتے ہیں ۔شریعہ کا اطلاق واضح راستہ اور طریقہ پر بھی ہوتا ہے ۔شرائع سابقہ سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے سابقہ امتوں کی طرف بھیجے تھے ۔

شرائع سماویہ کا باہمی تعلق

شریعت اسلامی اور شرائع سابقہ کا آپس میں اس لحاظ سے گہرا تعلق ہے کہ ان سب کا منبع اور شارع ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ' جس نے ہر زمان و مکان میں انسانوں کی ہدایت کے لیے رسل ' انبیاء اور کتابیں بھیجیں ۔ جن میں سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور آخری کتاب الٰہی قرآن مجید ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ' (۱)

"اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"والأنبياء إخوة لعلّات أمّهاتهم شتّى ودينهم واحد" (۲)

"تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں بھائی ہیں کہ ان کی مائیں مختلف اور دین (جو مثل والد کے ہے) ایک ہے۔"

تمام شرائع سماویہ کا بنیادی عقیدہ ایک ہی رہا ہے اور وہ ہے توحید یعنی صرف ایک معبود 'اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا 'اس کی ذات اور

۱۔　الشوریٰ : ۱۳

۲۔　صحیح بخاری' کتاب الانبیاء ۲/ ۳۰۹

صفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی شکلیں اور طریقے مختلف شریعتوں میں مختلف رہے۔ لیکن ہر شریعت میں عبادت کی روح اور فلسفہ ایک ہی تھا۔

اسی طرح مختلف شریعتوں میں احکام معاملات بھی مختلف رہے ایک چیز کسی امت کی شریعت میں حرام تھی مگر وہی چیز کسی اور شریعت میں دوسری امت کے لیے حلال کر دی گئی' مثلاً ماضی کی امتوں کے لیے مالِ غنیمت (دشمن کا وہ مال جو قتال کے ذریعے قبضہ میں لیا گیا ہو) حرام تھا۔ مگر امتِ محمد ﷺ کے لیے اسے حلال کر دیا گیا۔

بعض اوقات کوئی چیز سابقہ امت پر حلال تھی مگر بعد میں آنے والی امت پر وہ حرام کر دی گئی۔ مثلاً ناخن والے تمام جانور' گائے اور بکری کی چربی یہود سے پہلی شریعت میں حلال تھی اور یہود پر حرام کر دی گئی۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ (۳)

"اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی' بجز اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں میں لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔"

بعض چیزیں ایسی ہیں جو تمام شریعتوں میں حرام ہیں جیسے شرک اور نجاست وغیرہ۔

صاحبِ شریعت ملتیں چھ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابرہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی ملتیں۔ ان سب ملتوں کی شرائع اپنا شارع ایک ہونے کی بناء پر ایک وحدت ہیں' لیکن اس کے باوجود احکام معاملات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ شریعتِ نوحؑ کے احکام شریعتِ ابراہیمؑ سے مختلف ہیں۔ اسی طرح موسوی شریعت اور شریعت اسلامی کے مابین احکام معاملات میں فرق ہے۔ احکام کا یہ اختلاف زمان و مکان کے تقاضوں اور ضرورتوں کے لحاظ سے تھا' جن کے بدلنے سے شرائع کے احکام میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ تمام شرائع ایک ہی شارع اللہ تعالیٰ کی غرض و منشاء کی مختلف شکلیں ہیں جن کا مقصود انسانی رویوں کو اپنے دائرہ بندگی میں لانا ہے تاکہ انسان کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات ہو سکے۔

احکام شرائع سابقہ کی اقسام اور ان کی تشریعی حیثیت

شرائع سابقہ کے احکام کو مندرجہ ذیل پانچ اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ پہلی قسم

وہ احکام جو عقائد سے متعلق ہیں۔ عقائد تمام شریعتوں میں یکساں رہے ہیں۔ یہ کسی ایک رسول کی شریعت کے ساتھ مخصوص

۳۔ الانعام : ۱۴۶

نہ تھے۔ مثلاً اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان وغیرہ۔ عقائد دین کے اصول میں سے ہیں۔ سابقہ شریعتوں میں پائے جانے والے ان اصولِ دین کو شریعتِ اسلامی منسوخ نہیں کرتی (۴)۔ شرائع سابقہ کے پیروکاروں نے عقائد دین کی اصل شکل مسخ کر دی ہے۔ لہذا عقائد کے حوالے سے شرائع سابقہ کے وہی احکام صحیح تصور کیے جائیں گے جو قرآن و سنت نے بیان کیے ہیں۔ شرائع سابقہ کے عقائد شرعی طور پر حجت ہیں۔ اب ان کی حجیت کی دلیل شریعت اسلامی کی نصوص ہیں، شرائع سابقہ نہیں۔

۲۔ دوسری قسم

وہ احکام جو شریعت اسلامی میں مذکور نہیں ہیں یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ نے انہیں بیان نہیں کیا، ایسے احکام کے بارے میں علمائے اصول کا اتفاق ہے کہ وہ ہمارے لیے حجت نہیں ہیں۔

۳۔ تیسری قسم

وہ احکام جنہیں شریعت اسلامی نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید یا سنت رسول ﷺ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ وہ احکام ہم پر بھی اسی طرح فرض ہیں جس طرح سابقہ امتوں پر فرض تھے۔ احکام کی یہ قسم بلا نزاع، شرعی حجت ہے۔ ان کی حجیت کی دلیل شریعت اسلامی کی نص ہے۔ اب ان کا ماخذ شرائع سابقہ نہیں بلکہ نصِ شریعتِ اسلامی ہے۔

مثلاً روزہ سابقہ امتوں پر بھی فرض تھا۔ قرآن مجید میں سابقہ امتوں پر روزہ کی فرضیت کا ذکر کرنے کے ساتھ ہی امتِ مسلمہ پر بھی اس کے فرض ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۵)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔"

اسی طرح قربانی شریعتِ ابراہیمی کی نشانی ہے جسے شریعتِ اسلامی میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

سنة أبيكم إبراهيم (٦)

۴۔ المستصفی من علم الاصول ۱/۲۵۰
البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۴۷

۵۔ البقرۃ: ۱۸۳

۶۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی ۳/۱۶

"یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔"

۴۔ چوتھی قسم

وہ احکام جن کا ذکر قرآن مجید یا سنت نبویؐ میں کیا گیا ہے لیکن ان کا منسوخ ہونا قرآن یا سنت کی کسی نص سے ثابت ہے ایسے احکام ہمارے حق میں منسوخ ہیں۔ شریعت اسلامی شرائع سابقہ کے جن احکام کی ناسخ ہے وہ بالاتفاق ہمارے لیے شرعی حجت نہیں ہیں۔ یہ احکام سابقہ امتوں کے لیے ہی خاص تھے اور انہی پر فرض تھے۔ امتِ مسلمہ پر یہ فرض نہیں ہیں۔

مثلاً شریعتِ موسوی میں گناہوں سے توبہ کا طریقہ اپنی جانوں کو قتل کرنا تھا۔

فَتُوبُوٓا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ(۷)

"لہذا تم اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔ اسی میں تمہارے خالق کے نزدیک تمہاری بہتری ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ پر احسان فرمایا کہ وہ توبہ کی غرض سے صدقِ دل کے ساتھ اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا(۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اللہ سے توبہ کرو خالص توبہ۔"

سابقہ امتوں پر مالِ غنیمت حرام تھا' وہ لوگ اسے اپنے تصرف میں نہیں لا سکتے تھے۔ سابقہ امتیں اپنے اموالِ غنائم کو ایک جگہ پر جمع کر کے رکھ دیتیں اور آسمان سے آگ آ کر انہیں بھسم کر دیتی تھی۔ امت مسلمہ کے لیے مال غنیمت کو حلال اور اس کے استعمال کو جائز قرار دے دیا گیا۔ شریعت اسلامی نے مالِ غنیمت کی حرمت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وأحلّت لی المغانم ولم تحلّ لأحد من قبلی(۹)

"اور میرے لیے غنیمت کے اموال حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے۔"

۵۔ پانچویں قسم

شرائع سابقہ کے وہ احکام جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے یا جو سنت میں بیان ہوئے ہیں لیکن قرآن و سنت دونوں نے ان کا نہ تو اقرار کیا ہے اور نہ ہی انکار' یعنی شریعت اسلامی میں ان احکام کی فرضیت یا منسوخی کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی بلکہ قرآن و سنت دونوں

۷۔ البقرة : ۵۴

۸۔ التحریم : ۸

۹۔ صحیح بخاری، کتاب التیمم ۱/۲۰۱

خاموش ہیں۔ مثلاً پانی کی تقسیم کا جو حکم قومِ صالحؑ کو دیا گیا وہ یہ تھا:

وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (۱۰)

"اور ان کو جتادے کہ پانی ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن پانی پر آئے گا۔"

ایک اور مثال تورات کے اس حکم کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ (۱۱)

"تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ، پھر جو قصاص کا صدقہ کرے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔"

احکام شرائع سابقہ کی اس قسم کے شرعی حجت ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ پر علمائے اصول کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ قائلین: ان حضرات کے نزدیک یہ احکام حجت تسلیم کیے جائیں گے۔

۲۔ منکرین: ان لوگوں کے ہاں ایسے احکام، شریعت اسلامی کا حصہ نہیں لہٰذا یہ حجت بھی نہیں ہیں۔

قائلین اور ان کے دلائل

علمائے اصول کا ایک گروہ احکام شرائع سابقہ کو شرعی دلیل اور حجت تسلیم کرتا ہے۔ ان علماء کے نزدیک سابقہ شریعتوں کے جو احکام ہماری شریعت میں بیان کیے گئے ہیں اور وہ شریعت اسلامی کی کسی نص سے منسوخ نہیں ہوئے، وہ احکام ہمارے نبیؐ کی شریعت ہیں۔ اب وہ سابقہ شریعتوں کے احکام نہیں رہے لہٰذا وہ ہمارے لیے حجت ہیں۔ البتہ سابقہ شریعتوں کی کتب کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ شرائع سابقہ کے احکام معلوم کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ کی روایات پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتب میں تحریفات کر دی ہیں اور ان کی روایات میں تواتر بھی مفقود ہے۔ لہٰذا شرائع سابقہ کے بارے میں وہی کچھ معتبر اور قابل اعتماد ہے جو وحی متلو (قرآن مجید) یا وحی غیر متلو (سنت) کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

۱۰۔ القمر : ۲۸

۱۱۔ المائدۃ : ۴۵

شرائع سابقہ کو حجت تسلیم کرنے والوں میں جمہور اصحاب ابی حنیفہؒ، امام مالکؒ، بعض اصحاب شافعیہ اور جمہور حنابلہ شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک روایت ہے کہ شرائع سابقہ کے جن احکام کا نسخ ثابت نہیں ہے ان کا اعتبار کیا جائے گا (۱۲)۔

قائلین اپنے موقف کی حمایت میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

قرآن مجید

۱۔ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا (۱۳)

"ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مطیع تھے، اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔"

اس آیت کریمہ میں انبیاء کرام کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ تورات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ ان میں سے ایک ہیں لہٰذا شرائع سابقہ کے مطابق فیصلہ کرنا ہماری شریعت میں شامل ہے۔

۲۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (۱۴)

"وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ (اے نبیؐ!) انہی کے راستے پر"

اس آیت میں بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کو ہدایت یافتہ کہا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو ان کے راستہ پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کی شریعت آپؐ کی بھی شریعت ہے۔

۳۔ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (۱۵)

۱۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۴ / ۱۹۰
اصول البزدوی ص ۲۳۲
ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ۲ / ۲۵۷
البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶ / ۴۲
اصول مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۴۸۵ وما بعد
المستصفی من علم الاصول ۲ / ۱۸۴

۱۳۔ المائدہ: ۴۴

۱۴۔ الانعام: ۹۰

۱۵۔ النحل: ۱۲۳

پھر ہم نے آپؐ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو۔

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیمؑ کی اتباع کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

۴۔ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (۱۶)

"اے نبی ﷺ کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں۔ ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا۔"

۵۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (۱۷)

"تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ ہے۔"

اس آیت میں تورات کے قانون قصاص کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ آیت ہماری شریعت میں قصاص کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ سابقہ شریعتوں کی اتباع نہیں کرتے تھے تو پھر اس آیت سے شریعت اسلامی میں قصاص کے وجوب کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سنت

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے صحابہؓ کے ہمراہ غزوۂ خیبر سے لوٹے تو رات کو ایک جگہ قیام فرمایا جہاں سب سو گئے یہاں تک کہ نماز فجر قضا ہو گئی۔ بیدار ہونے پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو نماز پڑھائی اور فرمایا:

من نسي صلوة فليصلها إذا ذكرها فإن الله قال وأقم الصلوة لذكرى (۱۸)

"جو شخص نماز بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے اسے پڑھ لے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔"

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت (وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ) (۱۹) جسے رسول اکرم ﷺ نے تلاوت فرمایا، اس آیت میں حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شرائع سابقہ کے احکام ہمارے لیے حجت ہیں۔

۱۶۔ الانعام : ۱۶۱

۱۷۔ المائدہ : ۴۵

۱۸۔ سنن ابی داود۔ کتاب الصلوۃ ۱/ ۱۹۳

۱۹۔ طٰہٰ : ۱۴

۸۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے: "رسول اللہ ﷺ ان باتوں میں جن میں آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تھا، اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے" (۲۰)۔

۹۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رات کو نوافل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے کو عادت بنا لیا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا: "پھر داؤد علیہ السلام کا سا روزہ رکھو۔ وہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے اور دشمن کے ساتھ مقابلے کے وقت کبھی بھاگتے نہ تھے" (۲۱)۔

۱۰۔ نبی اکرم ﷺ نے زانی یہودی اور یہودیہ کو رجم فرمایا۔ آپ نے اس سزا کا نفاذ تورات کے حکم کے مطابق کیا تھا (۲۲)۔
یہود کی اس اطلاع پر کہ حضرت موسیٰ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: **أنا أولی بموسیٰ منهم** (۲۳)

"میں ان سب میں موسیٰ سے زیادہ قریب ہوں۔"

اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نجات دے کر فرعونیوں کو غرق کیا تھا تو شکرانہ کے طور پر حضرت موسیٰ نے اس دن کا روزہ رکھا۔

عقلی دلائل

۱۔ شرائع سابقہ کے احکام میں پایا جانے والا حُسن ذاتی ہے، جو شریعتوں کے اختلاف سے تبدیل نہیں ہوتا۔ لہٰذا تمام شرائع سابقہ ہمارے حق میں حَسَن اور اچھی ہیں، ان کا ترک کرنا قبیح اور برا ہے۔ جو چیز گزشتہ شریعتوں میں اچھی تھی وہ اب بھی اچھی ہے۔ مثلاً حرمتِ قتل، حرمتِ زنا اور حرمتِ قذف وغیرہ۔

۲۔ شرائع سابقہ کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے وہ اس قاعدہ کی رو سے واجب العمل اور حجت ہیں:

القدیم یترك علی قدمه (۲۴)

"قدیم کو اس کی قدامت پر چھوڑ دیا جائے گا۔"

۲۰۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء ۲/۳۴۵
۲۱۔ حوالہ بالا۔ ص ۲۹۹۔ ج ۲
۲۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحدود ۴/۳۳۱
۲۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء ۲/۲۸۶
۲۴۔ شرح المجلة۔ المادة ۶ ص ۲۳

منکرین اور ان کے دلائل

جو علماء شرائع سابقہ کی عدم حجیت کے قائل ہیں ان میں غزالی، آمدی، رازی، ابن حزم، ابن سمعانی، خوارزمی، ابواسحاق شیرازی، نووی، قاضی اسماعیل بن اسحاق مالکی، ابن العربی، اشاعرہ اور معتزلہ شامل ہیں۔

امام احمد بن حنبل سے ایک روایت شرائع سابقہ کی عدم حجیت کے بارے میں بھی ہے۔ حنبلی فقیہ قاضی ابویعلی سے بھی ایک روایت ایسی ہی منقول ہے۔ شافعیہ کے نزدیک بھی یہی موقف راجح ہے (۲۵)۔

احکام شرائع سابقہ کی حجیت کے منکرین اپنے موقف کے حق میں جن دلائل کو بنیاد بناتے ہیں ان میں سے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن مجید

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۲۶)

"ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کے لیے شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ہر امت کے لیے الگ شریعت ہے لہٰذا ایک امت دوسری امت کی شریعت کی مکلف نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف امتیں پیدا کی ہیں۔ جو اپنی اپنی شریعتوں پر عمل کرنے کی مکلف تھیں۔ تمام زمانوں کے انسان ایک امت نہیں بلکہ مختلف امتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ مختلف امتیں ہوں اور ان کی الگ الگ شریعتیں ہوں ہر امت کو الگ الگ شریعت اور راہ عمل دینے کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَا اٰتٰكُمْ (۲۷)

"اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے یہ اس لیے نہیں کیا کہ جو کچھ اس نے تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔"

۲۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۱۹۰، المستصفی من علم الاصول ۱/۲۵۱، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۴۱، اصول الامام احمد بن حنبل ص ۴۸۸، المنخول من تعلیقات الاصول ص ۲۳۴، المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۲۱۰۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامیۃ ص ۸۷۔ الفقہ عند الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی ص ۶۲۔ ارشاد الفحول ۲/۲۵۷

۲۶۔ المائدۃ : ۴۸

۲۷۔ المائدۃ : ۴۸

سنت

۳۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں گورنر بنا کر یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا:

كيف تقضى إذا عرض لك قضاء

"جب تمہارے پاس مقدمہ آئے گا تو اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے"؟

حضرت معاذؓ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق فیصلہ کروں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اگر تم سنت رسول اللہ (ﷺ) میں بھی نہ پاؤ اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا' پھر میں اپنی عقل' غور و فکر اور دریافت سے فیصلہ کروں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا سینہ تھپکا اور فرمایا:

الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله (۲۸)

"ہر طرح کی تعریف اللہ کو ہی لائق ہے جس نے رسول اللہ (ﷺ) کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔"

اگر شرائع سابقہ کے احکام حجت اور واجب العمل ہوتے تو حضرت معاذؓ ان کا ذکر ضرور کرتے۔ اگر اس کا ذکر کرنے سے بھول گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ انہیں ضرور یاد کروا دیتے' لیکن نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان قبول فرمایا۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تورات کا کچھ حصہ دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لو كان موسىٰ حياً بين أظهركم ماحلّ له إلا أن يتبعنى (۲۹)

"اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی آج تمہارے درمیان زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔"

اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہؓ ہیں۔

۵۔ سابقہ رسل اور ان کی شریعتیں اپنی اپنی امتوں کے لیے خاص تھیں' جبکہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کسی زمان و مکان اور قوم کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ قیامت تک تمام انسانوں کے لیے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۲۸۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب القضاء ۳ / ۹۴

۲۹۔ مسند الامام احمد بن حنبل ۳ / ۳۳۸

وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة (۳۰)

"اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔"

تعامل صحابہؓ

۶۔ اگر شرائع سابقہ حجت ہوتیں تو مجتہد صحابہ کرامؓ ان سے ضرور استفادہ کرتے۔ کسی مسئلہ کا حکم قرآن اور سنت سے نہ ملنے پر شرائع سابقہ کی طرف رجوع کرنا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوتا۔ مثلاً دادی کی میراث اور شراب نوشی کی حد وغیرہ۔ لیکن تعامل صحابہؓ سے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے قرآن و سنت سے کسی مسئلہ کا حکم نہ ملنے کی صورت میں کسی سابقہ شریعت کی اتباع کر کے اس مسئلہ کا حکم دریافت کیا ہو۔ حالانکہ ان کے درمیان کعب الاحبارؓ اور عبداللہ بن سلامؓ جیسے شرائع سابقہ کے ثقہ عالم موجود تھے۔

اجماع

۷۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت اسلامی تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے (۳۱)۔

عقلی دلائل

۸۔ اگر شرائع سابقہ کے احکام دلیل شرعی ہوتے تو رسول اکرم ﷺ ان کی طرف رجوع فرماتے اور اپنے پیروکاروں کو کسی مسئلہ کا حکم بتانے کے لیے وحی الٰہی کا انتظار نہ فرماتے۔ مثلاً ظہار (بیوی کو کسی دائمی حرام عورت مثلاً ماں یا بہن وغیرہ سے تشبیہ دینا) اور لعان (زوجین میں سے ہر ایک کی جانب سے قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب کی شہادت دینا) وغیرہ کے مسائل۔

۹۔ اگر سابقہ امتوں کی شریعتیں واجب العمل ہوتیں اور نبی اکرم ﷺ ان کی اتباع فرماتے تو ان کے ماننے والے فخریہ طور پر یہ جتاتے کہ مسلمانوں کا پیغمبر ان کی شریعت کا پیروکار رہا ہے۔

۱۰۔ اگر نبی اکرم ﷺ کسی سابقہ شریعت کے پابند ہوتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ شرعی طور پر کسی اور نبی کے مطیع ہیں۔ یہ بات آپؐ کے منصب کے منافی اور آپؐ کے اس قول کے خلاف ہوتی "اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج تمہارے درمیان زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کرنے کے سوا کچھ جائز نہ ہوتا"۔

۱۱۔ اگر شرائع سابقہ بھی شریعت اسلامی کا ماخذ ہوتیں تو نبی اکرم ﷺ ضرور اس کی وضاحت فرما دیتے جیسا کہ قیاس وغیرہ کے بارے میں آپؐ نے بیان فرمایا۔

۳۰۔ صحیح بخاری۔ کتاب التیمم ۲۰۱/۱

۳۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱۹۲/۴، المستصفیٰ من علم الاصول ۲۵۵/۱

۱۲۔ احکام کا حُسن اور خوبی ذاتی نہیں بلکہ کسی دوسرے کی وجہ سے ان میں حُسن پایا جاتا ہے۔ یہ حُسن شریعت کے تحت ہے۔ شریعت کے حکم کی وجہ سے احکام حَسَن یا قبیح ہوتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک حکم کسی سابقہ امت کے لیے تو حَسَن ہو لیکن وہی حکم ہمارے حق میں اچھا نہ ہو۔ مثلاً توبہ کے لیے گناہگار کا اپنی جان کو قتل کرنے کا حکم قوم موسیٰؑ کے لیے اچھا تھا لیکن ہمارے حق میں اس حکم میں کوئی حسن نہیں پایا جاتا بلکہ یہ قبیح ہے۔ ہمیں ایسی توبہ کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ ہماری توبہ صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لینا ہی ہے۔

شرائع سابقہ کی حجیت کے قائلین اور منکرین دونوں نے ایک دوسرے کے دلائل کے رد میں جوابات دیے ہیں جو تفصیل کے ساتھ اصول فقہ کی کتب میں درج ہیں۔ فریقین کے دلائل کی روشنی میں شرائع سابقہ کی حجت نہ ماننے والوں کے دلائل قوی اور ان کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ سابقہ شریعتوں کے احکام کو حجت اور فقہ اسلامی کا ماخذ قرار دینے کے حق میں کوئی صریح اور قطعی نص موجود نہیں ہے۔

اقوال صحابہؓ

مصادرِ فقہ اسلامی میں اقوال صحابہؓ کی حیثیت کا جائزہ لینے سے قبل اس امر کا تعین کرنا ضروری ہے کہ صحابی کسے کہتے ہیں اور دین اسلام میں صحابی کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ کیونکہ کوئی فرد جتنا زیادہ اہم اور صاحبِ مرتبہ ہوگا اس کے قول کو اسی درجہ اہمیت حاصل ہوگی۔

صحابی کی تعریف

مشہور محدث علامہ ابن حجر عسقلانی نے صحابی کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے:

"جس نے حالت ایمان میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور جو اسلام پر فوت ہوا" (۳۲)

علامہ ابن الصلاح نے علمائے اصول فقہ کے ہاں صحابی کی یہ تعریف نقل کی ہے

"جس کی نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ سے اخذ علم کی غرض سے طویل صحبت اور اکثر مجالس ثابت ہوں" (۳۳)۔

لیکن یہ تعریف تمام علمائے اصول کے نزدیک متفقہ نہیں ہے۔ اصولیین کا ایک گروہ محدثین کی طرح طویل صحبت کے بجائے مطلق صحبت کا قائل ہے اور وہ اکثر مجالس کی شرط بھی عائد نہیں کرتا (۳۴)۔

محدثین نے صحابی کے لیے محض ملاقات کی شرط لگائی ہے۔ ملاقات میں بیٹھنا، چلنا، لین دین و معاملہ کرنا، ایک کا دوسرے کے پاس پہنچنا خواہ اس سے بات کی ہو یا نہ کی ہو، ایک کا دوسرے کو دیکھنا خواہ یہ دیکھنا ارادتاً ہو یا اتفاق سے ہو، سب شامل ہیں (۳۵)۔

اصولیین کی عائد کردہ اتباع اور اخذ علم کی شرط بھی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ صحابی کے لیے ایمان میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی شرط کافی ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ اتباع اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کا التزام ضروری ہے ورنہ ایمان قبول نہیں ہوگا۔

۳۲۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱/۷

۳۳۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث ص ۲۶۳

۳۴۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۳/۹۸۸، شرح مختصر الروضۃ ۲/۱۸۰، ۱۸۶، الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۱۳۱، ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۵/۹۱، منتھی الوصول ص ۸۱، التمھید فی اصول الفقہ ۳/۱۷۳

۳۵۔ نخبۃ الفکر، مع حاشیۃ لقط الدرر ص ۱۱۴

صحابی ہونا تو ایمان لانے کے بعد کی بات ہے۔ جس شخص نے حالت ایمان میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی تو اس میں اتباع رسول ﷺ اور اخذ علم کی غرض پائی جائے گی۔
لہٰذا محدثین نے صحابی کی جو تعریف کی ہے وہ لائق ترجیح ہے۔

مقامِ صحابہؓ

صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور دین کے احکام کو براہ راست آپ سے سیکھا۔ صحابہ کرام ﷺ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس کے ذریعے قرآن و سنت کی شکل میں دین ہم تک پہنچا۔

قرآن مجید اور احادیث طیبہ دونوں میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت کے بارے میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے ان کا مقام و مرتبہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

مہاجرین و انصار صحابہؓ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (۳۶)

''اور مہاجرین و انصار جنہوں نے سب سے پہلے ایمان قبول کرنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔''

شرکائے غزوہ بدر کے بارے میں ایک حدیث قدسی (جس حدیث کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہوں اور معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ کا ہو) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم'' (۳۷)

''جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔''

حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''خير امتي قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم'' (۳۸)

''میری امت میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان کا جو اس کے بعد متصل ہوں گے پھر ان کا جو اس کے بعد متصل

۳۶۔ التوبۃ : ۱۰۰

۳۷۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین ۴/ ۱۲۴

۳۸۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء ۲/ ۷۷ ۳

ہوں گے۔''

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تسبّوا أصحابی فلو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذھبا ما بلغ مد أحدھم ولا نصیفه(۳۹)

''میرے صحابہ کو گالی مت دو اس لیے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو میرے صحابی کے ایک مد (کلو بھر وزن) یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

ایک اور فرمان رسول اللہ ﷺ ہے:

فمن أحبّھم فبحبّی أحبّھم ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم (۴۰)

''جس نے ان صحابہ سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے نفرت کی اس نے میرے ساتھ نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کی۔''

تمام صحابہ عادل ہیں

علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان کے کردار و عدالت پر تنقید نہیں کی جائے گی (۴۱) دین میں ان کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ان کی ذات جرح و تعدیل کی زد سے باہر ہے اور جرح و تعدیل اور تزکیہ میں پڑے بغیر تمام صحابہ کی روایات کو قبول کیا جائے گا۔

اقوال صحابہؓ کی اقسام اور ان کی تشریعی حیثیت

صحابہ کرامؓ کے اقوال میں ان کی آراء، اجتہادات، فتاویٰ اور فیصلے وغیرہ سب شامل ہیں۔ اقوالِ صحابہؓ کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلی قسم

وہ قول جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بیان کیا گیا۔ اس قول کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے قبول

۳۹۔ حوالہ بالا، ۲/۳۸۶

۴۰۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۴/۷۹

۴۱۔ ارشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۶۹۔۷۰

ابن الصلاح۔ علوم الحدیث ص ۲۹۴

فرمایا یا مسترد کر دیا۔ اگر رسول اکرم ﷺ نے صحابی کی اجتہادی رائے قبول نہیں فرمائی تو ایسی رائے کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن اگر آپؐ نے اسے قبول فرمالیا تو ایسی رائے حجت ہو گی اور سنت رسولؐ میں شمار ہو گی۔ مثلاً حضرت علیؓ نے یمن کے چار آدمیوں کے ایک کنویں میں گر کر مرنے کے واقعہ میں ان کی دیتوں کا فیصلہ کیا۔ جب یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا "علیؓ نے جو فیصلہ کیا وہ درست ہے" (۴۲)۔

۲۔ دوسری قسم

نبی اکرم ﷺ کے رحلت کے بعد اگر کسی صحابی نے کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کوئی شرعی حکم نہ ملنے کی وجہ سے ذاتی اجتہاد پر کوئی فتویٰ دیا اور وہ فتویٰ سنت رسول ﷺ کے عین مطابق نکلا تو ایسا فتویٰ سنت رسول ﷺ کے حکم میں داخل ہو گا اور حجت تسلیم کیا جائے گا۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس عورت کے متعلق پوچھا گیا جس کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور اس کا خاوند اس سے خلوتِ صحیحہ کیے بغیر انتقال کر گیا تھا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو اپنے خاندان والی عورتوں کی طرح مہر مثل ملنا چاہیے۔ اس کا میراث میں حصہ ہے اور وہ چار ماہ دس دن عدت (خاوند کے انتقال کے بعد انتظار کی مقررہ مدت) گزارے گی۔ لوگوں نے گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت بروع بنت واثق کا ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس روز اتنے خوش نظر آتے تھے کہ اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے علاوہ اتنے خوش پہلے کبھی نظر نہ آئے تھے (۴۳)۔

۳۔ تیسری قسم

اقوال صحابہؓ کی ایک قسم وہ ہے جس میں کسی فعل یا ترکِ فعل کے بارے میں خبر ہو اور اس کی اضافت نبی اکرم ﷺ کے زمانے کی طرف ہو مثلاً "ہم یہ کہتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان موجود ہوتے تھے" یا "ہم ایسا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان موجود ہوتے تھے"۔

جیسے حضرت انس بن مالکؓ کا قول ہے "ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے تو کوئی روزہ دار روزہ نہ رکھنے والوں کو اور نہ غیر روزہ دار روزہ والوں کو برا بھلا کہتا" (۴۴)۔

یا جیسے حضرت ام عطیہؓ کا قول ہے "ہم عورتوں کو جنازوں کے پیچھے جانے سے روکا گیا اور جنازوں کے ساتھ جانا ہمارے لیے ضروری خیال نہیں کیا گیا۔"

۴۲۔ اعلام الموقعین ۲/ ۵۸

۴۳۔ سنن نسائی ۲/ ۷۰

۴۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم ۱/ ۲۶۲

ایسے اقوال کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ شرعی حجت ہیں (۴۵)۔

لیکن اگر کسی فعل یا ترکِ فعل کی اضافت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی طرف نہیں ہے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول ہے "جب ہم بلندی کی طرف چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب ہم نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے" (۴۶) ایسا قول واجب الاتباع نہیں ہے۔

۴۔ چوتھی قسم

وہ اقوال جو ان مسائل سے متعلق ہوں جن کا شرعی حکم معلوم کرنے میں عقل کا دخل نہیں ہے۔ ان مسائل کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی ان کے اجتہادات اور ذاتی آراء پر مبنی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے ان کا حکم نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوگا۔

مثلاً حضرت عائشہؓ کا قول ہے "بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ عرصہ نہیں رہتا" (۴۷) یا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے "حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے (۴۸) ایسا قول شرعی حجت مانا جائے گا۔

۵۔ پانچویں قسم

پانچویں قسم اس قول کی ہے جس پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق پایا جائے۔ کسی قول پر تمام صحابہ کا اتفاق اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع صحابہؓ تمام علماء کے نزدیک شرعی حجت ہے۔

بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا اور وہ آج اسلامی قانون کا حصہ ہیں۔ مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دادی کے لیے میراث میں چھٹے حصے کا حکم نافذ فرمایا اور اس پر اجماع صحابہؓ ثابت ہے (۴۹) حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی تجویز کو مانتے ہوئے شراب نوشی پر چالیس کوڑوں سے بڑھا کر اسی کوڑوں کی سزا کا حکم جاری کیا۔ شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا پر اجماع صحابہؓ منعقد ہوا (۵۰) سور کی چربی حرام ہونے پر صحابہؓ کے مابین اتفاق ہے (۵۱) اس بات پر بھی اجماع ثابت ہے کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا (۵۲) اجماع صحابہؓ اس بات پر بھی ہے کہ وہ اراضی جس پر مسلمانوں نے جنگ اور فتح سے

۴۵۔ حوالہ بالا۔ کتاب الجنائز ۱/ ۴۸۷

۴۶۔ اصول الفقہ ص ۳۴۹

۴۷۔ تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۳۱، اصول الفقہ ص ۳۴۹

۴۸۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۶۱

۴۹۔ سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفرائض ۲/ ۳۵۴

۵۰۔ مالک بن انس، الموطا۔ کتاب الاشربۃ ص ۶۱۲

۵۱۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۳۴

۵۲۔ حوالہ بالا ص ۲۳۵

قبضہ کیا ہوا سے مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا (۵۳)۔

۶۔ چھٹی قسم

اقوالِ صحابہ کی ایک قسم وہ ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر اور ان آیات کے اسباب نزول سے متعلق ہے۔ سبب نزول سے مراد وہ حالت یا واقعہ ہوتا ہے جس میں کوئی آیت نازل ہوئی۔ صحابی کے علاوہ کسی اور شخص نے عہدِ رسالت کو نہیں دیکھا' اس لیے کسی آیت کے سبب نزول سے آگاہ صحابی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ سبب نزول کو بیان کرنے میں صحابی کی ذاتی رائے یا اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ نزولِ آیت کے وقت جو مخصوص حالات یا واقعات پیش آئے صحابہؓ نے ان کو بیان کر دیا۔

مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے :

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا (۵۴)

''اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔''

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت جابرؓ کا قول ہے : ''ایک بار ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو ملک شام سے اونٹوں کا ایک قافلہ غلہ لادے ہوئے آیا۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی ''(۵۵)۔

ایسے تمام تفسیری اقوال جن میں کسی آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہو حجت ہوں گے۔

۷۔ ساتویں قسم

اقوال صحابہؓ میں سے ایک قسم وہ ہے جو کسی صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو اور وہ صحابی اپنے اس قول میں اکیلا ہو' اس قول پر اجماع صحابہؓ ثابت نہ ہو۔ علماء کے مابین اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایسا قول شرعی حجت ہے یا نہیں۔

اقوال صحابہؓ کی حجیت کے دلائل

جن علماء کے نزدیک ایسا قول شرعی حجت اور دلیل ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ان میں سے مشہور علماء کے نام یہ ہیں : امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل سے ایک روایت' ابن الهمام' الرازی' البردعی' الکرخی' الشاطبی' ابن قیم' محمد بن الحسن' اسحاق بن راہویہ وغیرہ۔ اقوال صحابہؓ کی حجیت کے قائلین اپنے موقف کی حمایت میں جن دلائل کو بنیاد بناتے ہیں ان میں سے

۵۳۔ اصول الفقہ ص ۲۲۳

۵۴۔ الجمعۃ : ۱۱

۵۵۔ صحیح بخاری' کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵

چند اہم درج ذیل ہیں:

قرآن مجید

۱۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۵۶)

''دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔''

اس آیت میں تمام امتوں پر صحابہ کرامؓ کو فضیلت دی گئی ہے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں بنایا گیا ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور معروف و نیکی میں حکم ماننا واجب ہے۔

۲۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۵۷)

اور اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول علیہ تم پر گواہ ہو۔

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کے عادل ہونے کا اثبات پایا جاتا ہے (۵۸)۔

چونکہ تمام صحابہ کرامؓ عدالت مطلقہ کے درجے پر فائز ہیں اس لیے ان کی اطاعت واجب ہے۔

۳۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵۹)

''جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا۔''

صحابہ کرامؓ نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا، وہ راہ راست کی طرف ہدایت یافتہ تھے۔ اس لیے ان کی اتباع واجب ہے (۶۰)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے بارے میں فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ (۶۱)

۵۶۔ آل عمران: ۱۱۰

۵۷۔ البقرۃ: ۱۴۳

۵۸۔ الموافقات ۴/۷۴

۵۹۔ آل عمران: ۱۰۱

۶۰۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۴

۶۱۔ السجدۃ: ۲۴

''اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔''

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے جس وصف کی تعریف کی گئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ تمام امتوں سے زیادہ کامل یقین رکھنے والے اور صابر تھے۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ اس امت کی امامت کے منصب کے زیادہ حق دار ہیں (۶۲)۔

سنت

۵۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أصحابی کالنجوم بأیّهم اقتدیتم اهتدیتم (۶۳)

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی، ہدایت حاصل کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی پیروی میں ہی ہدایت ہے۔

۶۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تمہیں کتاب اللہ میں سے ملے تو اس پر عمل (ضروری ہے)۔ تم میں سے کسی کے لیے کوئی عذر نہیں ہے کہ اسے ترک کرے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت جاریہ (پر عمل کرو)۔ اگر میری سنت جاریہ میں سے نہ ملے تو میرے صحابہؓ نے جو کہا (اس پر عمل کرو)۔ بے شک میرے صحابہ آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں۔ تم نے ان میں سے جس سے بھی جو کچھ لیا تم نے ہدایت پائی اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے (۶۴)۔

۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنی لا أدری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی وأشار إلی أبی بکر وعمر (۶۵)

میں نہیں جانتا کہ میں تم میں کب تک رہوں تم ان کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں اور آپؐ نے ابوبکرؓ وعمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔

۸۔ **سترون من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنّتی و سنّة الخلفآء الراشدین المهدیّین عضّوا علیها**

۶۲۔ اعلام الموقعین ۱۳۵/۴
۶۳۔ جامع بیان العلم و فضله ۹۲۵/۲
۶۴۔ الکفایة فی علم الروایة ص۴۸
۶۵۔ سنن ابن ماجه ۳۸/۱

بالنواجذ۔ (۶۶)

''میرے بعد بہت جلد تم شدید اختلاف دیکھو گے۔ پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو دانتوں کے ساتھ زور سے پکڑ لو۔''

عقلی دلائل

۹۔ کسی مسئلہ کے بارے میں قول صحابی میں مندرجہ ذیل وجوہات میں سے ایک وجہ ضرور پائی جائے گی (۶۷)۔

۱۔ صحابی نے وہ قول نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو گا۔

۲۔ صحابی نے وہ قول اس شخص سے سنا ہو گا جس نے وہ قول بذات خود نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو۔

۳۔ صحابی نے وہ بات قرآن کی کسی آیت سے سمجھی ہو گی جس کا مفہوم ہم پر پوشیدہ رہ گیا ہو۔

۴۔ وہ قول ایسا ہو گا جس پر علماء کی ایک بڑی تعداد کا اتفاق ہو مگر ہمارے پاس صرف انہی ایک صحابی کا قول پہنچا ہو۔

۵۔ صحابی کو شریعت کی لغت اور الفاظ کے مفہوم کا ہم سے زیادہ علم ہو یا شرعی احکام کا ایسے حالات و قرائن سے تعلق ہو جن کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت میں رہ کر حاصل کیا ہو جو ہم نہ حاصل کر سکے اور نہ سیکھ اور سمجھ سکے۔

لہٰذا ان پانچ وجوہات کی بناء پر صحابی کا قول قابل اتباع ہے۔

۱۰۔ صحابی کے اجتہاد میں صحت کا امکان زیادہ ہے اور غلطی کا امکان کم ہے۔ کیونکہ اس بات کا احتمال زیادہ ہے کہ صحابی نے جو فتویٰ دیا ہے وہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو گا۔

۱۱۔ صحابی کی رائے غیر صحابی سے قوی ہے۔ اگر صحابی کی رائے میں غلطی کا احتمال ہے تو اتنا ہی صحت کا احتمال ہے۔ لہٰذا جس طرح غلطی کے احتمال کے باوجود قیاس حجت ہے اسی طرح قولِ صحابی غلطی کے احتمال کے باوجود حجت ہے (۶۸)۔

اقوالِ صحابہؓ کی عدم حجیت کے دلائل

علماء کا دوسرا گروہ اس خیال کا حامی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی قولِ صحابی شرعی حجت نہیں ہے لہٰذا ان پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ اقوال صحابہؓ کی عدم حجیت کا موقف رکھنے والی شخصیات میں سے چند مشہور یہ ہیں:

امام شافعی، امام احمد بن حنبل سے ایک روایت، ابن حزم، غزالی، آمدی، الشوکانی، بعض متاخرین حنفیہ مثلاً الکرخی اور بعض

۶۶۔ حوالہ بالا ۱/۳۸

۶۷۔ اعلام الموقعین ۴/۱۴۸

۶۸۔ تخریج الفروع علی الاصول ص ۱۷۹

متاخرین مالکیہ وغیر ہم۔

ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن مجید

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ (۶۹)

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔''

مندرجہ بالا آیت واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے باہمی تنازعات میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع کرنا لازم نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۷۰)

''اے اصحاب بصیرت ہوش مندی اختیار کرو۔''

یہ آیت اجتہاد سے کام لینے کی ترغیب دیتی ہے۔ اجتہاد دلیل کے ساتھ کسی مسئلہ کے حکم کے استنباط کا نام ہے۔ مندرجہ بالا آیت قول صحابی کے قیاس پر مقدم ہونے کی نفی کرتی ہے (۷۱)۔

اجماع

۳۔ یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے اختلاف کرنا جائز ہے (۷۲)۔ صحابہ کرامؓ نے متعدد مسائل میں ایک دوسرے کے قول سے اختلاف کیا۔ انہوں نے اپنے اختلاف کا برملا اظہار بھی کیا۔ صحابہ کرامؓ میں دوسرے کے قول سے اختلاف کرنے کو کسی صحابی نے غلط قرار نہیں دیا تھا۔ علامہ آمدیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو گیا تھا کہ ایک مجتہد صحابی کا دوسرے مجتہد صحابی سے اختلاف رائے جائز ہے (۷۳)۔ اگر اقوالِ صحابہ شرعی طور پر لازم ہوتے تو ان کی مخالفت کسی کے لیے بھی جائز نہ ہوتی۔

۶۹۔ النساء: ۵۹

۷۰۔ الحشر: ۲

۷۱۔ الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۱۳۲

۷۲۔ حوالہ بالا ۴/۱۳۱

۷۳۔ حوالہ بالا ۴/۱۳۱

تابعین کا طرز عمل

۴۔ تابعین (جنہوں نے ایمان کی حالت میں صحابہ کرامؓ کو دیکھا اور مسلمان ہی فوت ہوئے) کے طرز عمل سے بھی ایسی مثالیں مل جاتی ہیں کہ وہ اقوالِ صحابہ ﷺ کو لازمی حجت نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ کے اقوال کے خلاف بھی موقف اختیار کیا۔

عقلی دلائل

۵۔ قولِ صحابی' ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے۔ اجتہاد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ اجتہاد صحابی کا ہو یا غیر صحابی کا اس میں صواب اور خطا دونوں کا احتمال ہے۔ لہٰذا ایک ایسی چیز جس میں غلطی کا امکان ہو اسے قطعی دلیل کا درجہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

۶۔ اگر اقوالِ صحابہؓ کو مطلق حجت تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تناقض پیدا ہو جائے گا۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے دوسروں سے اختلاف کیا۔ بعض اوقات دو ہم مرتبہ صحابیوں کے ایک ہی مسئلہ پر اختلافی اقوال نظر آتے ہیں۔ اس طرح کی صورتوں میں اقوالِ صحابہؓ کو حجت تسلیم کرنے سے تناقض لازم آتا ہے۔

۷۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی غرض و منشا کے مطابق آپ ﷺ کے قول کو نہ سمجھا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا مفہوم اس مفہوم سے مختلف ہو جو صحابی نے سمجھا ہو

حجیتِ اقوال صحابہ کے دلائل کا جائزہ

اقوالِ صحابہؓ کی حجیت کے منکرین نے قائلین کے دلائل کا تفصیل سے تنقیدی جائزہ لیا ہے جس کی تفاصیل کتبِ فقہ میں درج ہیں۔

اقوال صحابہؓ کی حجیت پر جو آیاتِ قرآنی پیش کی گئی ہیں ان میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت کا تو پتہ چلتا ہے لیکن ان کے اقوال کی حجیت کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ ان آیات میں کوئی ایسا صیغہ استعمال نہیں ہوا جو شارع کے اس منشاء کو ظاہر کرے کہ صحابی کے قول پر عمل واجب ہے۔

قائلین نے جن احادیث کا سہارا لیا ہے ان میں سے بعض احادیث کی اسناد (ان راویوں کے ناموں کا سلسلہ جن کی وساطت سے احادیث ہم تک پہنچی ہیں) پر تنقید سے اگر صرفِ نظر بھی کر لیا جائے تو ان احادیث میں صحابہ کرامؓ کی تعریف کی گئی ہے جن سے وہ قابل تقلید تو ثابت ہوتے ہیں لیکن ان کا ہر قول و فعل شرعاً واجب الاتباع نہیں ٹھہرتا۔

خلفائے راشدین کے بارے میں احادیث سے اگر کوئی استدلال کیا جا سکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ لائق اقتداء و پیروی ہیں۔ یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا کہ ان کے اقوال دین میں لازمی حجت ہیں ـــــ ہمیں ان کے ذاتی اقوال اور اجتہادی آراء کو قرآن و سنت کی

طرح بطور شرعی حجیت من وعن تسلیم کرنے کا کہیں بھی پابند نہیں بنایا گیا (۷۴)۔

ایسی احادیث صرف خلفائے راشدین کے بارے میں ہی نہیں ہیں بلکہ دیگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی آئی ہیں جن سے ان کی فضیلت اور قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت ابی بن کعبؓ کو سب سے زیادہ اچھا قرآن پڑھنے والا 'حضرت معاذ بن جبلؓ کو حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو امت کا امین کہا گیا (۷۵)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس چیز پر وہ راضی ہوئے میں بھی اپنی امت کے لیے اسی چیز پر راضی ہوا (۷۶)۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی فضیلت و بزرگی تمام عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے (۷۷) (ثرید شوربہ میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں)

اقوال صحابہؓ کی یہ قسم جس میں صحابی اپنے قول میں اکیلا ہو اس کی حجیت کا انکار کرنے والوں کی یہ منشاہر گز نہیں ہے کہ اقوال صحابہؓ کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے یا انہیں مسترد کر دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا قرآن و سنت پر عمل کرنے کی طرح لازم نہیں ہے۔

اقوالِ صحابہؓ میں ترجیح کا اصول

بعض مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ مثلاً رضاعت (ماں کا بچہ کو دودھ پلانا) کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ رائے ہے کہ رضاعت وہی ہے جو دو سال کے اندر ہو' اس کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے نزدیک دو سال سے بڑی عمر کے فرد کو دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی (۷۸)۔

اگر کسی مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کرنا مقصود ہو تو پھر ان اقوال کے مابین ترجیح کا اصول اپنایا جائے گا۔ ترجیح کا تعین کرتے وقت یہ دیکھا جائے گا کہ کون سا قول قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کی فضیلت 'اسلام میں ان کی سبقت اور فقہی فہم و ادراک وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ اقوال میں ترجیح کا مطلب صحابہ کی ذات و کردار پر تنقید ہر گز نہیں ہے۔

۷۴۔ ارشاد الفحول ص ۸۳

۷۵۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۴

۷۶۔ ارشاد الفحول ص ۸۳

۷۷۔ صحیح بخاری' کتاب الانبیاء ۲/ ۴۲۱

۷۸۔ مالک بن انس' المؤطا' کتاب الرضاع ص ۴۳۲

امام ابوحنیفہؒ صحابہ کرامؓ میں سے خلفائے راشدینؓ اور خلفائے راشدینؓ میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال کو ترجیح دیتے تھے (۷۹)۔

امام شافعیؒ نے فرمایا: اگر صحابہ کرامؓ میں سے دو صحابہ کسی چیز کے بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہوں تو میں ان دونوں میں سے جس کا قول قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہوا' اسے لے لوں گا کیونکہ اس قول کے ساتھ قرآن وسنت جیسی قوی چیز ہے اور اگر ان دونوں اقوال میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی دلیل نہ ہو تو پھر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اقوال کو ہمارے نزدیک ترجیح دی جائے گی (۸۰)۔

حافظ ابن قیم الجوزیؒ نے فرمایا: اگر کسی صحابی کے قول سے اختلاف اس صحابی سے زیادہ عالم نے کیا مثلاً خلفائے راشدینؓ نے' یا ان میں سے کسی ایک نے یا ان کے علاوہ کسی اور صحابی نے' تو صحیح یہ ہے کہ جس بات پر خلفائے راشدینؓ ہوں گے وہ راجح ہوگی۔ اگر چاروں میں سے اکثریت کسی بات پر متفق ہوگی تو اکثریت رکھنے والا قول زیادہ درست ہوگا۔ اگر کسی مسئلہ پر خلفائے راشدینؓ دو دو گروہوں میں بٹ جائیں تو اس گروہ کا قول راجح ہوگا جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اختلاف ہو تو پھر حضرت ابوبکرؓ کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی (۸۱)۔

۸۔ آٹھویں قسم

وہ قول جس سے صحابی کا رجوع ثابت ہو ایسے قول کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کا ایک قول تھا کہ جو شخص طلوع صبح تک جنابت کی حالت میں رہا اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں انہوں نے ایک معتبر سند ملنے پر اپنے اس قول سے رجوع کرلیا (۸۲)۔

۹۔ نویں قسم

اقوال صحابہؓ میں سے ایک قسم اس قول کی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد کا ہو اور وہ قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس قولِ صحابی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن وسنت کے خلاف کسی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ایسے اقوال نہ تو حجت ہیں اور نہ قابلِ تقلید' بلکہ قرآن وسنت کے مقابلے میں واجب الترک ہیں۔

صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ میں اپنی ذاتی رائے دینے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ یہ امر ان سے بعید تھا کہ وہ علم رکھنے کے

۷۹۔ المستصفیٰ من علم الاصول وبذیلہ فواتح الرحموت ۲/۱۵۹

۸۰۔ اعلام الموقعین ۴/۱۲۲

۸۱۔ حوالہ بالا ۴/۱۱۹

۸۲۔ صحیح بخاری' کتاب الصوم ۱/۲۸۴

باوجود قرآن و سنت کے خلاف کسی فعل یا قول کا اظہار کریں۔ اگر کبھی کبھار لاعلمی میں ایسا ہو بھی جاتا تو جیسے ہی انہیں پتہ چلتا کہ ان کا کوئی قول یا فعل قرآن و سنت کے کسی حکم کے خلاف ہے تو وہ اس سے فوراً رجوع کر لیتے تھے۔

اقوال صحابہؓ کی مندرجہ بالا نو ممکنہ اقسام بنائی گئی ہیں۔ پہلی چھ اقسام متفقہ طور پر حجت ہیں، آخری دو اقسام کی عدم حجیت پر اتفاق ہے۔ صرف ایک یعنی ساتویں قسم کی حجیت یا عدم حجیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

استصلاح

تعریف

استصلاح کا لغوی معنی مصلحت چاہنا ہے۔

علمائے اصول نے مصلحت کی مدرجہ ذیل تعریف کی ہے:

''کسی منفعت کا حصول یا کسی نقصان کو دور کرنا مصلحت کہلاتا ہے'' (۸۳)۔

امام غزالیؒ نے مصلحت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: مصلحت بنیادی طور پر حصولِ منفعت یا نقصان کو دور کرنے سے عبارت ہے۔ بلاشبہ حصولِ منفعت اور دفعِ مضرت مقاصدِ خلق میں سے ہے اور انسانوں کی بہتری و اصلاح اسی میں ہے کہ یہ مقاصد حاصل ہوں۔ مصلحت سے ہماری مراد یہ ہے کہ شریعت کے مقاصد کا تحفظ کیا جائے۔ انسانوں سے متعلق شریعت کے پانچ مقاصد ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ کیا جائے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس سے ان پانچ اصولوں کا تحفظ ہوتا ہو وہ مصلحت ہے اور جس چیز سے ان اصولوں کو نقصان پہنچے وہ مفسدہ ہے۔ ایسے مفسدہ کو دور کرنا مصلحت کہلاتا ہے (۸۴)۔

اقسام استصلاح بلحاظ اعتبار

کسی چیز کا ذاتی طور پر مصلحت اور منفعت میں ہونا کافی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو مصلحت کہا جا رہا ہے وہ درحقیقت مفسدہ ہو اور جس چیز کو مفسدہ باور کیا جا رہا ہے اس میں منفعت پنہاں ہو۔ مثلاً شراب اور دیگر مسکرات میں ان کو استعمال کرنے والے شخص کے لیے لذت موجود ہے لیکن یہ عقل انسانی کے لیے مضر ہے۔ یا یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں انسان کی جان و مال کے ضائع ہونے کا مفسدہ پایا جاتا ہے لیکن اس پر امت مسلمہ کی زندگی اور مستقبل کا انحصار ہے۔ کسی چیز کی منفعت یا مضرت کا تعین کرنے کے لیے

۸۳۔ شرح مختصر الروضۃ ۳/۲۰۴

المیسر فی اصول الفقہ الاسلامیۃ ص ۱۵۸

الوجیز فی اصول الفقہ ص ۳۷۳

۸۴۔ المستصفی من علم الاصول ۱/۲۸۶۔۲۸۷

صرف عقلی پیمانے کافی نہیں ہیں بلکہ یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ شارع کے نزدیک اس چیز کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا منشاء وارادہ اس چیز کو مصلحت قرار دیتا ہے یا نہیں۔

شریعت اسلامیہ میں معتبر ہونے کے لحاظ سے مصالح کی تین اقسام ہیں :

۱۔ مصالح معتبرۃ
۲۔ مصالح ملغاۃ
۳۔ مصالح مرسلہ

مصالح معتبرۃ

یہ وہ مصالح ہیں جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے اور جن کے حصول کے لیے اس نے احکام وضع کیے ہیں۔ ایسے مصالح جت ہیں اور قانون سازی میں بطور دلیل تسلیم کیے جائیں گے، مثلاً دین کی حفاظت کے لیے تبلیغ اور جہاد فرض کیے گئے۔

تبلیغ کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے :

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۸۵)

"تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔"

جہاد کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید میں ہے :

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ(۸۶)

"تم ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔"

مال کی حفاظت کے لیے، دوسروں کا مال باطل طریقوں سے حاصل کرنا حرام قرار دیا گیا۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۸۷)

"اور تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقے سے نہ کھاؤ۔"

۸۵۔ آل عمران : ۱۰۴

۸۶۔ البقرۃ : ۱۹۳

۸۷۔ البقرہ : ۱۸۸

مصالح ملغاۃ :

ملغاۃ یعنی باطل مصالح وہ ہیں جن کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا اور انہیں لغو قرار دیا ہے۔ قرآن یا سنت کی کوئی نص انہیں باطل قرار دیتی ہے۔ ان مصالح پر بالاتفاق قانون سازی کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

مثلاً خودکشی کے فعل میں شفایابی سے مایوس اور طویل مرض سے تنگ مریض کے لیے یہ مصلحت ہے کہ اسے مرض اور درد سے نجات مل جائے گی لیکن شریعت اسلامیہ نے ایسی مصلحت کا اعتبار نہیں کیا اور اسے باطل قرار دیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں خودکشی حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

من قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا ومن شرب سمّا فقتل نفسه فهو يتحسّاه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا ومن تردّى من جبل فقتل نفسه فهو يتردّى في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا (۸۸)

"جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو ہمیشہ گھائل کرتا رہے گا۔ اور جو شخص زہر سے خودکشی کرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ گرتا رہے گا۔"

سود کے ذریعہ مال میں اضافہ کرنا بظاہر صاحبِ مال کی مصلحت ہے۔ لیکن یہ مصلحت باطل ہے کیونکہ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔

وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (۸۹)

"اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔"

اگر کوئی یہ کہے کہ عورت کی اس میں مصلحت ہے کہ اسے وراثت میں مرد کے برابر حصہ ملے تو یہ باطل مصلحت ہے قرآن کے قانونِ میراث کے مطابق مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملے گا۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (۹۰)

۸۸۔ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان، ۱/۲۰۹

۸۹۔ البقرۃ: ۲۷۵

۹۰۔ النساء: ۱۱

''مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔''

مصالح مرسلہ

مصالح کی تیسری قسم وہ ہے جن کے معتبر یا باطل ہونے کے بارے میں قرآن یا سنت میں کوئی دلیل نہ ہو۔ یعنی شارع نے نہ توان مصالح کا اعتبار کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ ہی ان کو باطل قرار دیا ہو بلکہ سکوت اختیار کیا ہو۔ البتہ ان مصالح میں کوئی ایسا وصف پایا جاتا ہے جس کی بناء پر ایسے حکم کا استنباط ہو جائے جو حصول منفعت اور دفع مضرت کا باعث بنے اور عقل ان مصالح کو قبول کرتی ہو' مصالح کی اس تیسری قسم کو مصالح مرسلہ کہا جاتا ہے۔

ان مصالح کو مرسلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کسی خاص نص سے مقید نہیں ہوتے بلکہ مطلق ہوتے ہیں۔ ان کا اعتبار کرنے یا انہیں باطل قرار دینے کے لیے شریعت سے کوئی قطعی حکم نہیں ملتا بلکہ شریعت کے عام اصول اور قواعد کلیہ کی روشنی میں ان کے اعتبار کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جب مصلحت عامہ سے تعلق رکھنے والے کسی مسئلہ کا حکم جاننے کے لیے کوئی نص موجود نہ ہو تو مصلحت عامہ کو ہی دلیل قرار دیتے ہوئے ایسا حکم نافذ کر دیا جاتا ہے جو مصلحت عامہ کے ساتھ ساتھ منشائے شریعت کے بھی موافق ہو۔ جس مصلحت کو حکم کی دلیل بنایا جاتا ہے اس کے اعتبار کے لیے اگر شریعت میں کوئی نص نہیں ہوتی تو شریعت کا کوئی منصوص حکم اس مصلحت کو باطل بھی قرار نہیں دیتا۔ اس مصلحت کو شریعت کے مجموعی مزاج اور فلاحِ عامہ کے قریب تر لا کر حکم لگایا جاتا ہے۔

احکام عبادات اور مصالح مرسلہ

عبادات میں مصلحت مرسلہ کو حجت قرار نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج وغیرہ۔ احکام تعبُّدیہ کے نفع و نقصان کی مصلحتوں اور مضرتوں کا ادراک کرنے سے عقل انسانی قاصر ہے' ان احکام کو جوں کا توں تسلیم کرنا ہو گا۔ معبود حقیقی اور پیغمبر برحق ﷺ نے عبادات کی جو مقداریں اور طریقہ بتلایا ہے اس پر من و عن عمل کرنا ہو گا' کسی مصلحت کے تحت احکام عبادات میں تغیر و تبدل کرنا جائز نہیں ہے۔ احکام تعبُّدیہ کا ماخذ وحی ہے۔ لہٰذا تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان احکام میں مصلحت مرسلہ حجت اور شرعی دلیل نہیں ہے۔

احکامِ معاملات اور مصالح مرسلہ

وہ احکام جن کا تعلق انسانوں کے باہمی معاملات سے ہے ان میں اجتہاد کی وسیع گنجائش ہوتی ہے اور عقل ان کے نفع و نقصان کا ادراک کر سکتی ہے۔ فقہاء نے احکام معاملات میں مصالح مرسلہ سے کام لیا ہے۔

مصالح مرسلہ کی حجیت کے دلائل

ائمہ اربعہ میں سے امام مالک بن انسؒ نے مصالح مرسلہ کو ایک مستقل شرعی دلیل کے طور پر تسلیم کیا ہے اور استنباط احکام میں

اس کے استعمال میں کثرت سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصالح مرسلہ کا اصول امام مالکؒ سے منسوب ہے۔
مصالح مرسلہ کو شرعی حجت قرار دینے والوں کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا :
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ(۹۱)
''اور ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''
رحمت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھا جائے۔

۲۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ(۹۲)
''اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا''۔

۳۔ شریعت نے انسان کے حق میں نرمی اختیار کرتے ہوئے اضطراری حالت میں حرام اشیاء مباح قرار دی ہیں۔
فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ(۹۳)
''البتہ جو کوئی بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

۴۔ شریعت اسلامیہ دلوں کے امراض کی شفاء، رہنمائی اور رحمت ہے۔
يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ(۹۴)
''لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے''۔

۵۔ شارع کا یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگوں کی زندگیاں مشقت اور تنگی سے دوچار ہوں۔ فرمان الٰہی ہے :
مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ(۹۵)

۹۱۔ الانبیاء : ۱۰۷
۹۲۔ البقرۃ : ۱۸۵
۹۳۔ المائدۃ : ۳
۹۴۔ یونس : ۵۷
۹۵۔ المائدۃ : ۶

''اللہ تم پر زندگی کو تنگ کرنا نہیں چاہتا''۔

اگر ہم استنباط احکام کا انحصار صرف انہی مصلحتوں تک محدود رکھیں جن کا نصوص شریعت نے اعتبار کیا ہے تو ایسا کرنے سے نئے احوال و مسائل میں لوگوں کے بے شمار مصالح ضائع ہو جائیں گے، اور ان کی زندگیوں میں تنگی واقع ہو جائے گی جو کہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے۔

سنت :

۲۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب انہیں بطور گورنر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے پوچھا: جب تمہارے پاس مقدمہ آئے گا تو اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم سنت رسول اللہ (ﷺ) میں بھی نہ پاؤ اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں اپنی عقل سے غور و فکر اور دریافت سے فیصلہ کروں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا سینہ تھپکا اور آپؐ نے فرمایا: سب تعریف اللہ کو ہی لائق ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول ﷺ راضی اور خوش ہے (۹۶)۔

اس روایت میں غیر منصوص مسائل میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے مصلحت کا اتباع کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

تعامل صحابہؓ :

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے بہت سے نئے مسائل میں مصالح عامہ کا اعتبار کرتے ہوئے احکام کا استنباط کیا۔ جن میں سے چند ایک بطور مثال ذیل میں درج ہیں (۹۷)۔

۹۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضاء ۳ / ۹۴

۹۷۔ المستصفیٰ من علم الاصول ۱ / ۳۰۵

شرح مختصر الروضۃ ۳ / ۲۱۳

المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۲۰۳

الاعتصام ۲ / ۱۲۰

المیسر فی اصول الفقہ الاسلامیۃ ص ۱۵۸

مالک حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقھہ ص ۳۳۵

اصول مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۴۲۱

۷۔ عہد ابو بکرؓ میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ کام نہیں کیا تھا اور نہ ہی ایسا کرنے کی نصیحت فرمائی تھی، لیکن امت کی مصلحت کی خاطر قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔ اس سے قبل قرآن مجید مختلف ٹکڑوں کی شکل میں موجود تھا۔

۸۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کی، حالانکہ وہ کلمہ گو تھے۔

۹۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں قحط کے زمانہ میں چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط کر دی گئی تھی حالانکہ یہ سزا حد ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے۔

۱۰۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مسجد نبوی کی توسیع کی خاطر ملحقہ عمارتوں کو منہدم کر دیا گیا۔

۱۱۔ حضرت عثمانؓ نے خاوند کی طرف سے مرض الموت (وہ بیماری جس میں آدمی کا انتقال ہو جائے) میں اپنی بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کی خاطر طلاق دینے پر بیوی کو وراثت میں حصہ دینے کا حکم دیا۔

۱۲۔ کاریگروں کے پاس اگر لوگوں کی چیزیں ضائع ہو جائیں تو ان سے چیزوں کے معاوضہ کی ادائیگی لوگوں کو دلوانے پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ لوگوں کے لیے یہی مناسب ہے۔ حالانکہ کاریگروں کے پاس یہ چیزیں لوگوں کی امانت کے طور پر ہوتی ہیں۔ اور امانت کے ضائع ہونے پر معاوضہ ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن مصلحت عامہ کی خاطر یہ لازم قرار دیا گیا۔

عقلی دلائل

۱۳۔ یہ بات شریعت اسلامیہ کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے تمام مصالح کے اعتبار یا عدم اعتبار کو صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ بلکہ بعض مصالح کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ زمان و مکان کے تغیر سے مصالح کی جزئیات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ شریعت نے تمام مصالح کی جزئیات کے لیے الگ الگ احکام نہیں دیئے۔ اس لیے جب کبھی کوئی ایسی مصلحت سامنے آئے جس کے حکم کے بارے میں قرآن و سنت نے سکوت اختیار کیا ہو اور وہ مصلحت شریعت کے مجموعی مزاج اور بنیادی مصالح کی رعایت کے موافق ہو تو اس مصلحت کو اختیار کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں اس مصلحت کو ہی دلیل بنا کر حکم نافذ کر دیا جائے گا۔

۱۴۔ مصالح مرسلہ کو مصالح معتبرہ کے ساتھ ملحق کرنا مصالح ملغاۃ کے ساتھ الحاق سے افضل ہے۔ شریعت بنیادی طور پر انسانوں کو احکام کا مکلّف بناتے وقت ان کے مصالح کا لحاظ رکھتی ہے۔ اس لیے مصالح مرسلہ کو مصالح ملغاۃ سے منسلک کر کے انہیں باطل قرار دے دینا درست نہیں ہے۔

مصالح مرسلہ کی عدم حجیت کے دلائل

علماء کا ایک گروہ جن میں احناف، شوافع، جعفریہ اور ظاہریہ شامل ہیں، مصالح مرسلہ کی حجیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اگرچہ احناف نے استحسان کے ذریعے اور شوافع نے قیاس کے ذریعے وہی مقاصد حاصل کئے ہیں جو مصالح مرسلہ کے پیش نظر ہیں، بہر حال ان علماء کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں (۹۸):

۱۔ شریعت کے احکام بندوں کی تمام مصلحتوں کو پورا کرتے ہیں۔ شارع نے بندوں کی کسی مصلحت کو چھوڑا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (۹۹)

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا''۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین عطا فرمایا ہے اس میں بندوں کے لیے کوئی تنگی اور تکلیف نہیں ہے فرمان الٰہی ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (۱۰۰)

''اور اس (اللہ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی''۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مکمل ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (۱۰۱)

۹۸۔ الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۲۱۶

ابن حزم حیاته وعصره آراؤه وفقهه ص ۴۶۸

الاعتصام ۲/۱۱۱ وما بعد

اصول مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۴۱۴

ارشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الاصول ۲/۲۶۴

المنخول من تعليقات الاصول ص ۳۵۵

اصول الفقہ ص ۳۲۹

اصول الفقہ الاسلامی ص ۲۱۰

۹۹۔ القیامۃ: ۳۶

۱۰۰۔ الحج: ۷۸

۱۰۱۔ المائدۃ: ۳

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے''۔

لہذا نبی اکرم ﷺ کے بعد اور دین کی تکمیل کے بعد نئی شرع کیسے ہو سکتی ہے۔

۴۔ مصلحت اختیار کرنے سے نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد فوت ہو جائے گا' احکام کی معرفت کے لیے عقل کو کافی سمجھا جائے گا۔ عقل جس چیز کو حسن یا قبیح قرار دے گی اسے اختیار یا ترک کر لیا جائے گا۔

۵۔ صحابہ کرامؓ ہماری نسبت احکام شریعت کے اسرار و رموز سے زیادہ واقف تھے شائد انہوں نے شریعت کے منشاء و مزاج کو جان لیا ہو جس کی بناء پر مصالح مرسلہ کو بھی شریعت میں داخل کر کے احکام کا استنباط کیا ہو۔

۶۔ مصالح مرسلہ کو اختیار کرنے سے دنیا پرست اور نفس پرست حکمرانوں اور قاضیوں کو اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنے کی آزادی حاصل ہو جائے گی۔

۷۔ مصالح مرسلہ کو شرعی دلیل قرار دینے سے عالم اور عامی برابر ہو جائیں گے کیونکہ پھر ہر شخص اپنی حاجت اور موقع کی مناسبت سے مصلحت کا تعین کرے گا۔

۸۔ مصالح مرسلہ کو اگر مصالح معتبرۃ سے ملحق کیا جا سکتا ہے تو پھر انہیں مصالح باطلہ میں شمار کرنے کا بھی احتمال موجود ہے۔ اس احتمال کی وجہ سے مصالح مرسلہ کو شرعی حجت قرار دینا درست نہیں ہے۔

مصالح مرسلہ کا انکار کرنے والوں نے جو اعتراضات کیے ہیں ان میں اکثر کا تعلق مصالح مرسلہ پر عمل کرنے میں احتیاط کے پہلو سے ہے جبکہ مصالح مرسلہ کو حجت قرار دینے والوں نے اس پر عمل کرنے کے لیے جو شرائط عائد کی ہیں ان کی موجودگی میں وہ تمام خدشات دور ہو جاتے ہیں جن کا اظہار منکرین نے اپنے اعتراضات میں کیا ہے۔

مصلحت مرسلہ پر عمل کی شرائط

مصلحت مرسلہ کی حجیت کے قائلین نے اس پر عمل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط عائد کی ہیں (۱۰۲):

۱۔ زیر غور مصلحت مرسلہ اور شریعت کے مقصد و مزاج کے درمیان ایسی ملائمت و مناسبت ہو کہ اس مصلحت کو اختیار کرنے سے شریعت کے کسی قطعی اصول کی نفی نہ ہو بلکہ وہ مصلحت ان مصالح سے متفق ہو جن کا حصول و قیام' شریعت کے مقاصد میں شامل ہے۔ زیر غور مصلحت شریعت سے نامانوس اور بہت دور نہ ہو۔

۱۰۲۔ ارشاد الفحول ۲/ ۲۶۵ - مالک حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ ص ۳۳۸
الاعتصام ۲/ ۱۲۹

۲۔ مصلحت اپنی ذات میں معقول اور قابلِ فہم ہو۔ اگر اہل عقل کے سامنے اس کو پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کر لیں۔
۳۔ اس مصلحت پر عمل کرنا ضروری ہو، اس کو اختیار کرنے سے نقصان اور حرج دور ہوتے ہوں۔ اگر اس مصلحت کو اختیار نہ کیا جائے تو لوگ مشقت اور تنگی میں مبتلا ہوتے ہوں۔
۴۔ مصلحت مرسلہ میں عام انسانوں کا فائدہ ہوتا ہے خاص فرد یا خاص طبقہ اور گروہ کے فائدہ کی خاطر مصلحت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، عام مصلحت کو خاص مصلحت پر مقدم کیا جائے گا۔
۵۔ مصلحت مرسلہ پر عمل کرنے سے دو نقصانات میں سے زیادہ بڑا نقصان دور ہونا لازم آتا ہو۔

امام غزالیؒ اور مصلحت مرسلہ پر عمل کی شرائط

امام غزالیؒ کے نزدیک مصلحت مرسلہ پر عمل صرف تین صورتوں میں ہو سکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو مصلحت پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا (۱۰۳)۔

۱۔ ضروری

مصلحت مرسلہ پر عمل کرنا ضروری ہو۔ صرف وہی مصلحت ضروری ہوگی جس کا تعلق ضروریات خمسہ یعنی حفظِ دین، حفظِ جان، حفظِ عقل، حفظِ نسل اور حفظِ مال سے ہو۔ اگر کوئی مصلحت ان پانچوں میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد ضروریات سے متعلق ہو تو اسے اختیار کیا جائے گا خواہ اس کی تائید میں قرآن و سنت سے کوئی صریح نص نہ ملتی ہو۔

۲۔ قطعی

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ قطعی ہو یعنی اس مصلحت کو حاصل کرنا یقینی ہو۔ محض گمان کی بنیاد پر مصلحت کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ کلی

وہ مصلحت کلی اور عمومی ہو یعنی اس پر عمل کرنے سے عامۃ الناس کا فائدہ ہو۔ کسی خاص فرد، طبقے یا گروہ کے فائدہ سے اس مصلحت کا تعلق نہ ہو۔

۱۰۳۔ المستصفیٰ من علم الاصول ۱/۲۹۴
المنخول من تعلیقات الاصول ص ۳۵۹
الاعتصام ۲/۱۱۱

امام غزالیؒ مندرجہ بالا شرائط کے تحت مصلحت مرسلہ پر عمل کے جواز کی وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں کہ اگر دشمنان اسلام کسی مسلمان قیدی کو اسلامی فوج کے خلاف اپنے سامنے بطور ڈھال کھڑا کر کے مسلمانوں سے جنگ کریں، مسلمانوں کی فوج اس مسلمان قیدی کی وجہ سے دشمنوں پر حملہ نہ کر سکے تو اس صورت میں مصلحت کا تقاضا یہ ہو گا کہ اس مسلمان قیدی کی جان کی پرواہ کیے بغیر دشمن پر حملہ کر دیا جائے خواہ اس حملہ سے مسلمان قیدی مارا جائے، اگرچہ اس نے کوئی جرم و گناہ نہیں کیا اور اس حالت میں اس کے قتل کے جواز کے لیے کوئی صریح حکم شرعی بھی نہیں ہے۔

یہ مثال امام غزالیؒ کی مذکورہ بالا تینوں شرائط پر پورا اترتی ہے۔ اس مثال میں اختیار کی گئی مصلحت ضروری ہے یعنی اگر ایسا نہ کیا گیا تو دشمن مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں ختم کر دیں گے۔ یہ قطعی اور یقینی ہے یعنی اگر مسلمان قیدی کی جان کی پرواہ کیے بغیر دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا گیا تو مسلمانوں کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی۔ لیکن اگر دشمن کسی مسلمان قیدی کو قلعہ کی دیوار پر مسلمانوں کے سامنے کر دیں اور خود قلعہ بند ہو جائیں تو پھر اس صورت میں امام غزالی کے نزدیک مسلمان قیدی پر گولی چلانا جائز نہیں کیونکہ اب قلعہ بند دشمنانِ اسلام کی شکست قطعی اور یقینی نہیں ہے۔

اس مثال میں اختیار کی گئی مصلحت کلی اور عمومی ہے یعنی اس کا تعلق کسی ایک فرد یا چند افراد سے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں سے ہے۔ بطور ڈھال استعمال ہونے والے ایک مسلمان قیدی کو قتل کر کے تمام مسلمانوں کی حفاظت مقاصدِ شریعت کے زیادہ قریب ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ڈوبتی ہوئی کشتی پر سوار لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک یا چند افراد کو کشتی سے نیچے پانی میں پھینک دیں تاکہ باقی محفوظ رہیں۔ کیونکہ اس میں اکثر لوگوں کی مصلحت تو پائی جاتی ہے لیکن تمام لوگوں کی مصلحت نہیں پائی جاتی، مصلحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلی اور عمومی ہو، اس میں خصوص یا کثرت کی بجائے عموم پایا جاتا ہو۔

مصلحت مرسلہ کی بنیاد پر بعض اجتہادی احکام

اگرچہ مصالح مرسلہ کا اصول کثرتِ استعمال کی بناء پر امام مالکؒ سے منسوب ہے لیکن دیگر ائمہ کرام اور فقہاء نے بھی مصلحت کی بنیاد پر احکام کا استنباط کیا ہے۔ ذیل میں مذاہب اربعہ کے بعض فتاوی درج کیے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فقہائے مذاہب اربعہ نے انسانی مسائل کے حل کے لیے جو اجتہادات کیے وہ مصالح مرسلہ کی بنیاد پر قائم تھے۔

احناف

۱۔ مجنون مفتی پر فتویٰ دینے اور جاہل ڈاکٹر پر پریکٹس کرنے کی پابندی لگانا۔

۲۔ اگر کوئی کہے کہ میرا سارا مال صدقہ ہے تو یہ صدقہ اس کے صرف اموالِ زکوٰۃ پر ہو گا۔ کیونکہ اگر اس کا وہ مال بھی صدقہ کر دیا جائے جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو وہ شخص محتاج ہو جائے گا اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گا۔ یہ بات

اچھی نہیں ہے کہ وہ اپنا سارا مال صدقہ کر دے اور پھر لوگوں سے مانگتا پھرے (۱۰۴)۔

مالکیہ

۳۔ ملک کا خزانہ خالی ہو تو عادل حاکم کو دولت مندوں پر ٹیکس لگانے کی اجازت ہے تا کہ ریاست کی ضروریات مثلاً فوج وغیرہ کے اخراجات پورے کیے جائیں۔

۴۔ ملزم کو قید کرنا اور جرم کا اقرار کروانے کے لیے اس کو مارنے پیٹنے کی اجازت۔

۵۔ مجرم سے مال واپس لینا خواہ اس نے وہی مال چرایا ہو جو واپس لیا گیا ہے یا کوئی اور مال چرایا ہو (۱۰۵)۔

شافعیہ

۶۔ ان جانوروں کو مار دینے کی اجازت جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں سے لڑے۔

۷۔ دشمنوں کے درخت کاٹنے کی اجازت (۱۰۶)۔

حنابلہ

۸۔ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزوں کو مجبور کرے کہ جن اشیاء کی رسد انہوں نے بازار سے روک رکھی تھی، قلت اور ضرورت کے زمانہ میں وہ ان اشیاء کو اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے ان اشیاء کو خریدا تھا۔

۹۔ حاکم وقت فسادیوں کو ایسی جگہ جلاوطن کر دے جہاں لوگ ان کے فتنہ وفساد سے محفوظ رہ سکیں۔

۱۰۔ اگر کسی شخص کے پاس رہائش کے لیے گھر نہ ہو اور وہ کسی دوسرے کے مکان میں رہنے پر مجبور ہو اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو۔ اس مکان میں مجبور شخص اور مالک مکان دونوں کے رہنے کی گنجائش ہو تو بعض حنبلی فقہاء کے نزدیک مالک مکان پر لازم ہے کہ وہ اس کو مکان میں رہنے دے اور اس سے مناسب کرایہ وصول کرلے۔ جبکہ حنبلی فقہاء کا دو

۱۰۴۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء ص ۵۵۸
اصول الفقہ ص ۳۲۹

۱۰۵۔ المنخول من تعلیقات الاصول ص ۳۵۴
شرح مختصر الروضۃ ۳/۲۱۱
الاعتصام ۱/۱۲۰
الوجیز فی اصول الفقہ (اردو) ص ۳۸۲
فلسفہ شریعت اسلام ص ۲۰۵

۱۰۶۔ الوجیز فی اصول الفقہ (اردو) ص ۳۸۳

فریق یہ کہتا ہے کہ مالک مکان اس کو اپنے مکان میں مفت رکھے اور اس سے کوئی کرایہ وصول نہ کرے (۱۰۷)۔

اقسام مصالح بلحاظ منفعت

اپنی منفعت کے لحاظ سے مصالح کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں (۱۰۸)ان کی جو ترتیب ہے وہی ان کا مرتبہ ہے یعنی ضروریات حاجیات پر مقدم ہیں اور حاجیات تحسینیات پر مقدم ہیں۔

ا۔ ضروریات

یہ وہ مصالح ہیں جو انسان کے دین و دنیا دونوں کے قیام اور بقاء کے لیے ضروری ہیں۔ اگر یہ مصالح نہ ہوں تو حیاتِ انسانی کے امور ٹھیک طور پر نہیں چل سکتے۔ بلکہ اس کے دونوں شعبوں دین اور دنیا میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ مصالح ضروریہ کے فقدان سے صالح معاشرہ کا وجود نا ممکن ہو گا اور اخروی نجات اور نعمتوں کے حصول سے محرومی ہاتھ آئے گی۔ شریعت اسلامی نے مصالح ضروریہ کا ہر لحاظ سے اعتبار کیا ہے۔ اور ان کے تحفظ کو مقاصد شریعت میں شامل کیا ہے۔

یہ مصالح ضروریہ پانچ ہیں جنہیں ضروریاتِ خمسہ اور کلیاتِ خمسہ بھی کہا جاتا ہے:

ا۔ حفظِ دین

دین کی حفاظت کی خاطر عبادات فرض کی گئیں کیونکہ ان کے بغیر دین کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ دین چھوڑنے والے (مرتد) کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ جہاد فرض کیا گیا اور تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حفظِ جان

جان کی حفاظت کے لیے قصاص فرض کیا گیا اور ناحق طریقے سے کسی کو قتل کرنا حرام قرار دیا گیا۔

۳۔ حفظِ عقل

عقل انسانی کی حفاظت کے لیے نشہ حرام کیا گیا۔ شراب نوشی کا ارتکاب کرنے والے پر اسی کوڑے کی حد نافذ کرنے کا حکم

۱۰۷۔ اصول مذہب احمد بن حنبل ص ۴۲۵

اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء ص ۵۵۴

الوجیز فی اصول الفقہ (اردو) ص ۳۸۳

حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۴۲۴

۱۰۸۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۲/ ۸

دیا گیا۔

۴۔ حفظِ نسل

اس مقصد کے حصول کے لیے زنا کی حد جاری کی گئی تاکہ لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے اور نسب میں اختلاط نہ ہونے پائے۔

۵۔ حفظِ مال

مال کی حفاظت کے لیے دوسروں کا مال باطل طریقوں سے حاصل کرنا حرام قرار دیا گیا۔ اور چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر کی گئی۔

۲۔ حاجیات

یہ وہ مصالح ہیں جن پر کلیات خمسہ کا قیام اور ان کی بقاء کا انحصار تو نہیں ہے لیکن ان کے ذریعے زندگی بہتر ہوتی ہے۔ منفعتوں کا حصول ہوتا ہے، مضرتوں کو دور کیا جاتا ہے اور زندگی کی مشکلات میں کمی آجاتی ہے۔ اگر ان مصالح کا لحاظ نہ رکھا جائے تو انسانی زندگی میں دقت اور حرج واقع ہو جائے۔

مثلاً مریض اور مسافر کو روزہ مؤخر کرنے کی اجازت تاکہ بیماری اور سفر کے دوران انہیں مشقت نہ ہو۔ پاکیزہ اشیاء سے فائدہ اٹھانے کی اجازت اور خرید و فروخت وغیرہ کی اجازت کے احکام۔

۳۔ تحسینیات

یہ وہ مصالح ہیں جن کو ترک کر دینے سے انسانی زندگی میں حرج اور تنگی تو واقع نہ ہوگی لیکن ان کی وجہ سے اچھی عادات اور عمدہ اخلاق اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ حاجی مصالح کی طرح یہ بھی حیات انسانی کے لیے ضروری نہیں ہیں لیکن عبادات اور معاملات میں عمدگی پیدا کرنے کے لیے ان کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

مثلاً جسم و لباس سے نجاست دور کرنا، ستر ڈھانپنا، زینت اختیار کرنا، صدقہ و خیرات اور نوافل سے قرب الٰہی حاصل کرنا، کھانے پینے کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا، ناپاک مشروبات و ماکولات سے پرہیز کرنا، مال خرچ کرنے میں اسراف و بخل سے کام نہ لینا، دوران گفتگو شائستگی اختیار کرنا اور دوران جہاد عورتوں، بچوں اور راہبوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اہم نکات

۱۔ شرائع سابقہ سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسل اور انبیاء کے ذریعے سابقہ امتوں کی طرف بھیجے تھے۔
۲۔ تمام شرائع سماویہ کا شارع اللہ تعالیٰ ہے۔
۳۔ احکام معاملات میں شریعتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔
۴۔ ایک چیز کسی شریعت میں حرام تھی مگر وہی چیز بعد والی شریعت میں حلال کر دی گئی۔
۵۔ کوئی چیز سابقہ شریعت میں حلال تھی مگر بعد میں آنے والی شریعت میں وہ حرام کر دی گئی۔
۶۔ کچھ چیزیں تمام شریعتوں میں حرام اور فرض رہی ہیں۔
۷۔ عقائد سے متعلق احکام تمام شریعتوں میں ایک جیسے رہے ہیں۔ شریعتِ اسلامی احکامِ عقائد کو منسوخ نہیں کرتی۔
۸۔ شرائع سابقہ کے وہ احکام جو قرآن یا سنت میں مذکور نہیں ہیں وہ ہمارے لیے حجت نہیں ہیں۔
۹۔ وہ احکام جو قرآن یا سنت میں درج ہیں اور امت مسلمہ پر ان کی فرضیت کی نص موجود ہے وہ بالاتفاق حجت ہیں۔
۱۰۔ جو احکام قرآن یا سنت میں موجود ہیں اور ان کا منسوخ ہونا شریعتِ اسلامی کی نص سے ثابت ہے وہ امتِ مسلمہ کے لیے بھی منسوخ ہیں۔
۱۱۔ جن احکام شرائع سابقہ کو شریعت اسلامی بیان کرنے کے بعد ان کی حجیت یا عدم حجیت کے بارے میں سکوت اختیار کیے ہوئے ہے ان کی عدم حجیت پر دیئے جانے والے دلائل زیادہ قوی اور یہ موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔
۱۲۔ محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے: جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان کی حالت میں ان سے ملا ہو اور مسلمان فوت ہوا ہو۔ خواہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا طویل زمانہ پایا ہو یا مختصر۔
۱۳۔ اصولیین نے صحابی کی تعریف یہ کی ہے: صحابی وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان کی حالت میں ان سے ملا ہو اور نبی ﷺ کی اتباع اور ان سے اخذ کرنے کی غرض سے آپ کی صحبت میں طویل زمانہ ٹھہرا ہو کہ اس پر عرف عام میں صاحب کے نام کا اطلاق ہو۔
۱۴۔ صحابہ کرام اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس کے ذریعے قرآن و سنت کی شکل میں دین ہم تک پہنچا ہے۔
۱۵۔ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں اور ان کے کردار و عدالت پر تنقید نہیں کی جائے گی۔
۱۶۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابی کے جس قول کو مسترد فرمایا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
۱۷۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابی کے جس قول کو قبول فرمایا وہ سنت رسولؐ میں شمار ہوگا۔

جس صحابی کا قول سنت رسولؐ کے عین مطابق نکلا وہ قول سنت رسولؐ کے حکم میں داخل ہو گا۔

۱۸۔ جس قول صحابی میں فعل یا ترک فعل کی خبر ہو اور اس کی اضافت نبی ﷺ کے زمانے کی طرف ہو وہ قول بالاتفاق حجت ہے۔

۱۹۔ جس قول صحابی میں فعل یا ترک فعل کی خبر ہو اور اس کی اضافت نبی علیہ السلام کے زمانے کی طرف ہو وہ قول بالاتفاق حجت ہے۔

۲۰۔ وہ اقوال جن کا شرعی حکم معلوم کرنے میں عقل و اجتہاد کا دخل نہیں ہے، شرعی حجت تسلیم کیے جائیں گے۔

۲۱۔ جن اقوال پر اجماع صحابہؓ ہو وہ بلا اختلاف حجت ہیں۔

۲۲۔ قرآنی آیات کے اسباب نزول سے متعلق اقوالِ صحابہؓ کی حجیت تسلیم ہے۔

۲۳۔ جو قول صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو اور وہ صحابی اپنے اس قول میں اکیلے ہوں، ایسے قول کی عدم حجیت کا موقف راجح ہے۔

۲۴۔ کسی مسئلہ پر صحابہ کرام کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرنا ہو تو پھر ترجیح کا اصول اپنایا جائے گا۔

۲۵۔ جس قول سے صحابی کا رجوع ثابت ہو، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔

۲۶۔ قرآن و سنت کے خلاف کسی کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

۲۷۔ استصلاح کا لغوی معنی مصلحت چاہنا ہے۔

۲۸۔ کسی منفعت کا حصول یا کسی مضرت کو دور کرنا مصلحت کہلاتا ہے۔

۲۹۔ مقاصدِ شریعت پانچ ہیں: انسان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کرنا۔

۳۰۔ مصالح معتبرہ وہ مصالح ہیں جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے ایسے مصالح حجت ہیں۔

۳۱۔ مصالح ملغاۃ وہ مصالح ہیں جن کو شریعت نے باطل قرار دیا ہے۔ یہ مصالح حجت نہیں ہیں۔

۳۲۔ مصالح مرسلہ وہ مصالح ہیں جن کو شریعت نے معتبر یا باطل قرار نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے۔

۳۳۔ احکامِ عبادات میں مصلحت مرسلہ کو حجت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

۳۴۔ معاملات میں استنباطِ احکام کے لیے مصلحت مرسلہ کو شرعی دلیل مانا جائے گا۔

۳۵۔ مصلحت مرسلہ پر عمل کرنے کی لازمی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یہ مصلحت شریعت کے کسی قطعی اصول کی نفی نہ کرے۔

۲۔ معقول اور قابل فہم ہو۔

۳۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہو۔

۴۔ اس پر عمل کرنے سے عام انسانوں کا فائدہ ہو۔

۵۔ دو نقصانات میں سے زیادہ بڑا نقصان دور ہونا یقینی ہو۔

۳۶۔ امام غزالیؒ کے نزدیک مصلحت مرسلہ پر عمل کرنے کی شرائط یہ ہیں :

۱۔ یہ مصلحت ضروری ہو۔

۲۔ قطعی ہو۔

۳۔ کلی اور عمومی ہو۔

۳۷۔ بلحاظ منفعت مصالح کی تین اقسام ہیں :

۱۔ ضروریات

۲۔ حاجیات

۳۔ تحسینیات

کتب برائے مزید مطالعہ

۱۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر از محمد تقی امینی
اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور۔ ۱۹۷۹ء۔

۲۔ جامع الاصول۔ اردو ترجمہ الوجیز فی اصول الفقہ از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان مترجم ڈاکٹر احمد حسن
مطبع مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور۔ ۱۹۸۶ء

۳۔ مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ از مفتی محمد یوسف
اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۸۶ء

۴۔ فلسفہ شریعت اسلام از ڈاکٹر صبحی محمصانی، مترجم مولوی محمد احمد رضوی
مجلس ترقی ادب لاہور۔ ۱۹۸۱ء

۵۔ اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت از سید عبدالرحمان بخاری
شعبہ تحقیق، قائداعظم لائبریری لاہور

مصادر ومراجع

۱۔ آمدی، سیف الدین علی بن ابی علی بن محمد۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ دارالکتب العلمیة۔ بیروت لبنان۔ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۲۔ ابن السبکی، تاج الدین عبدالوهاب۔ جمع الجوامع۔ مطبع اصح المطابع بمبئی

۳۔ ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری۔ علوم الحدیث. دار الفکر دمشق۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

۴۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن سلام (م ۴۶۳ھ) جامع بیان العلم و فضله، دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

۵۔ ابن الهمام، علی بن محمد بن علی بن عباس۔ المختصر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل۔ حققه د۔ مظہر بقاء۔ مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی۔ جامعة الملک عبدالعزیز، السعودیه ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۶۔ ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ مکتبة الکلیات الازهریة مصر ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۷۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجه۔ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور۔

۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو دائود۔ مترجم وحید الزمان۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۔ ۱۹۸۳ء

۹۔ ابوزہرة، محمد۔ مالک، حیاته وعصره۔ آراؤه وفقهه. دارالفکر العربی۔

۱۰۔ ابوزہرة محمد۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیه۔ مترجم رئیس احمد جعفری۔ اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور۔ ۱۹۷۱ء

۱۱۔ ابوزہرة، محمد۔ ابن حزم حیاته وعصره، آراؤه و فقهه. دارالفکر العربی. ۱۹۷۸ء

۱۲۔ اتاسی، محمد خالد۔ شرح المجلة۔ مکتبة اسلامیة میزان مارکیٹ کوئٹہ۔ ۱۴۰۳ھ

۱۳۔ احمد بن حنبل۔ مسند الامام احمد بن حنبل۔ دارالفکر۔ المکتب الاسلامی بیروت۔ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۱۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری۔ مکتبة تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔ ۱۹۷۹ء

۱۵۔ بدران، ابوالعینین۔ اصول الفقه الاسلامی۔ مؤسسة شباب الجامعة الاسکندریة۔

۱۶۔ بردیسی، محمد زکریا۔ اصول الفقه. دار الثقافة للنشر والتوزیع۔ ۲ شارع سیف الدین المہرانی۔ ۱۹۸۳ء

۱۷۔ بزدوی، علی بن محمد۔ اصول البزدوی۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۱۸۔ تفتازانی، التلویح. کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔ ۱۴۰۰ھ

۱۹۔ ترکی، عبدالمحسن۔ اصول مذهب الامام احمد بن حنبل۔ مطبعة جامعة عین شمس ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

۲۰۔ خبازی، جلال الدین ابی محمد عمر بن محمد بن عمر۔ المغنی فی اصول الفقه۔ تحقیق د۔ محمد مظہر بقاء۔ مرکز البحث العلمی واحیاء

التراث الاسلامی۔ جامعۃ ام القری۔ السعودیۃ ۱۴۰۳ھ
۲۱۔ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی (م ۴۶۳ھ)، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۲۲۔ خن، مصطفیٰ سعید۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف الفقہاء۔ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء
۲۳۔ زرکشی، بدرالدین محمد بن بہادر۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ۔ دارالصفوۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع۔ بالفردقۃ۔ کویت ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۲۴۔ زنجانی، شہاب الدین محمود بن احمد۔ تخریج الفروع علی الاصول۔ مؤسسۃ الرسالۃ۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
۲۵۔ زیدان، عبدالکریم۔ المدخل للدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ۔ مکتبۃ القدس مؤسسۃ الرسالۃ بغداد عراق۔
۲۶۔ سلقینی، ابراہیم الدکتور۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامیۃ۔ دارالفکر دمشق ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱
۲۷۔ شاطبی، ابواسحاق المواقفات فی اصول الشریعۃ براہیم بن موسیٰ۔ شرح بقلم عبداللہ دراز۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ باول شارع محمد علی بمصر۔ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء
۲۸۔ شاطبی۔ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ۔ الاعتصام۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ باول شارع محمد علی بمصر
۲۹۔ شوکانی، محمد بن علی۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔ حققہ د۔ شعبان محمد اسماعیل۔ دارالکتبی۔ قاہرہ مصر ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۳۰۔ طحان، محمود الدکتور۔ تیسیر مصطلحات الحدیث، نشر السنۃ ملتان۔
۳۱۔ طوفی، نجم الدین ابی الربیع سلیمان بن عبدالقوی۔ شرح مختصر الروضۃ۔ تحقیق د۔ عبداللہ بن الحسن الترکی۔ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء
۳۲۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد۔ المنخول من تعلیقات الاصول۔ حققہ د۔ محمد حسن ھیتو۔ دارالفکر دمشق سوریا۔ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء
۳۳۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد۔ المستصفیٰ من علم الاصول۔ دارصادر ۱۳۲۲ھ
۳۴۔ مالک بن انس، المؤطا۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۔
۳۵۔ محمد تقی امینی۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۹ء
۳۶۔ محمصانی، صبحی۔ فلسفہ شریعت اسلام۔ مترجم مولوی محمد احمد رضوی مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۸۱ء
۳۷۔ مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم، مترجم وحید الزمان۔ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ ۱۹۸۱ء
۳۸۔ مسلم بن الحجاج۔ شرح صحیح مسلم۔ شارح غلام رسول سعیدی۔ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔ ۱۹۹۱ء
۳۹۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن۔ سنن النسائی۔ مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء
۴۰۔ نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ منشورات المکتب التجاری للطباعۃ والتوزیع والنشر بیروت ۷۷: